وعظ

ذمِ ھویٰ

(اتباعِ خواہشِ نفسانی کی برائی)

یہ وعظ حضرت تھانویؒ نے شعبان المعظم ۱۳۲۹ھ کو جامع مسجد تھانہ بھون میں ’’علاج اتباعِ ہویٰ‘‘ کے موضوع پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا مولوی عبداللہ گنگوہی نے اسے قلبند فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبۂ ماثورہ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ ونستغفرہٗ و نؤمن به ونتوکل علیه ونعوذ باللّٰه من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یهده اللّٰه فلا مضل له ومن یضلله فلا هادی له ونشهد ان لا اٰله الا اللّٰه وحده لا شریك له ونشهد ان سیدنا و مولٰنا محمدًا عبده ورسولهٗ صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وعلیٰ اٰله واصحابه وبارك وسلم۔ اما بعد ! فاعوذ باللّٰه من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم: ﴿ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَاتَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴾(۱)

''کہ اے داوٗد (علیہ السلام) بیشک ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے پس تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہشِ نفسانی کا اتباع مت کرو یہ تم کو اللہ کے راستہ سے بے راہ کردے گی بیشک جو لوگ اللہ کی راہ سے گم ہوئے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہوگا بسبب اس کے کہ وہ یومِ حساب کو بھول گئے''۔

(۱) سورۃ صٓ: ۲۶۔

بڑوں کو جس بات کا حکم دیا جائے چھوٹوں کے لئے اس کی پابندی بدرجہ اولیٰ لازم ہے

اس آیت شریفہ میں ہر چند کہ خطاب داؤد علیہ السلام کو ہے لیکن مضمون عام ہے کچھ داؤد علیہ السلام کی تخصیص نہیں ہے بلکہ داؤد علیہ السلام کی طرف خطاب کرنے سے معنی اس مضمون کے اور زیادہ تقسیم ہو گئے اس لئے کہ جب بڑوں کو کسی امر (۱) کا خطاب کیا جاتا ہے اور ان کو باوصف ان کی عظمت کے اس امر پر وعید (۲) کی جاتی ہے تو چھوٹے بطریقِ اولیٰ مخاطب (۳) ہو جاتے ہیں' مثلاً طبیب اگر صحیح قویٰ کو کہے کہ فلاں شئے نہ کھاؤ تم کو مضر ہو گی تو مریض ضعیف کو تو بطریقِ اولیٰ اس سے پرہیز کرنے کی ضرورت مفہوم ہو گی اسی طرح سے یہاں داؤد علیہ السلام کو خطاب ہے گویا مطلب یہ ہے کہ جب داؤدؑ باوجود نبی ہونے کے اس حکم کے مامور (۴) ہیں اور مضمون بھی کوئی خصوصیاتِ نبوت سے نہیں تو اوروں کو تو بطریقِ اولیٰ اس حکم کی پابندی کرنی چاہئیے اور وہ حکم جو کہ داؤدؑ کو اس آیت شریف میں کیا گیا ہے اتباع ہویٰ سے نہی (۵) ہے اور اتباع ہویٰ کی مذمت ہے (۶) یعنی اپنی جی چاہی بات پر عمل کرنا۔ اب ظاہر ہے کہ داؤدؑ پیغمبر ہیں اور پیغمبر بھی صاحبِ کتاب کہ زبور شریف ان پر نازل ہوئی ہے اور داؤدؑ عموماً اور ان میں جو صاحبِ کتاب ہیں خصوصاً ان کے تمام ملکاتِ محمود اور جذباتِ طاہر مطہر اور نفوس نہایت مہذب ہوتے ہیں (۷) جب باوجود ان کے ان کو منع کیا جاتا ہے کہ تم اپنی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا حالانکہ ان کا نفس بالکل مہذب ہے اگر اس میں خواہش بھی

---

(۱) کسی کام کا (۲) ان کو ان کی بڑائی کے باوجود اس بات پر تنبیہ کی جاتی ہے (۳) تو چھوٹوں کے لئے یہ حکم بدرجہ اولیٰ ہوتا ہے (۴) اس بات کا ان کو حکم دیا گیا ہے (۵) خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنے کی ممانعت ہے (۶) برائی (۷) ان کی تمام صفات اچھی اور جذبات پاکیزہ اور طبعیتیں بہت مہذب ہوتی ہیں۔

ہوگی تو ظلمانی نہ ہوگی تو ہم جو کہ سَر سے پا تک گند در گند ہیں اگر خواہشِ نفسانی کی پیروی کریں گے تو بالکل ہلاک ہی ہو جائیں گے اَللّٰھُمَّ احْفِظْنَا ''اے اللہ ہم کو اس سے محفوظ رکھ''۔

وجہ انتخاب مضمون

اور آج اس مضمون کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مضمون وہ قابلِ بیان ہوتا ہے کہ جس کی ضرورت ہو اور یوں تو ہر وقت ہر حکم کی ہم کو ضرورت ہے لیکن از منہ اور حالات ناس کے اختلاف (۱) سے بعض احکام دوسرے بعض کے اعتبار سے زیادہ مہتم بالشان ہو جاتے ہیں جیسے اگر طبیب مریض کو غیر موسمِ انبہ (۲) میں کہے کہ دیکھو ترش (۳) انبہ نہ کھانا تو یہ حکم یعنی انبہ ترش کی ممانعت طباً فی نفسہ ضروری ہے لیکن اس وقت اس کا ممانعت کرنا بالکل امر زائد ہے اس وقت تو اس چیز سے منع کرنا چاہئے جو موجود ہو اور مضر (۴) ہو اسی طرح ناصح کا حق یہ ہے کہ جس وقت جو مرض پائے اس کی اصلاح کے متعلق بیان کرے اور اگر چند امراض ہوں تو ان میں اہم کو مقدم کرے، اور استیعاب کے ساتھ احکام بیان کرنا اس وقت ہوگا جبکہ کوئی طالب علم مخاطب ہو مثلاً ہدایہ میں پڑھتے پڑھتے کتاب الحج ماہِ ربیع الثانی میں آئے تو یہ نہ کہا جاوے گا کہ اس وقت اس کی کیا ضرورت ہے اس کی ضرورت تو ماہِ ذی الحجہ میں اور وہ بھی جبکہ کوئی حج کو جانے لگے اس وقت ہوگی کیونکہ اس کا تو صاحب فن بننا مقصود ہے بخلاف وعظ کے کہ اس میں وقتی ضرورت پر نظر ہوتی ہے اس لئے کہ مخاطبین کو جامع الفن اور محقق (۵) بننا مقصود نہیں بلکہ محض اصلاح مقصود ہے مجھ کو ہمیشہ اسی قاعدہ کی وجہ سے ان مضامین کا بیان کرنا مناسب معلوم ہوا کرتا ہے جو اس وقت ضروری ہوں۔

---

(۱) لوگوں کے احوال مختلف ہونے کی وجہ سے (۲) آم (۳) کھٹا (۴) نقصان دہ (۵) اس فن کا سیکھنا اور اس میں تحقیق کرنا۔

اتباعِ ہویٰ کے مرض میں ابتلاء

سردست (۱) مجھ کو یہ خیال ہوا کہ منجملہ امراض کے کہ جن میں عام ابتلاء (۲) ہے اتباعِ ہویٰ بھی ہے جو اصل ہے تمام امراض کی کہ اس مرض میں عوام وخواص یعنی جہلاء اور علماء بلکہ اخص الخواص بھی یعنی علماء میں جو اہل اللہ اور صاحبِ ارشاد ہیں سب ہی مبتلا ہیں اگر ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں تو واللہ سچ عرض کرتا ہوں کہ اپنے اندر اتباعِ شریعت کا بہت کم حصہ پائیں گے زیادہ تر اتباع ہویٰ ہی نظر آوے گا کیونکہ جس امر میں ہم شریعت سے استدلال کرتے ہیں ان میں اصل محرک (۳) اکثر ہویٰ ہی ہے اتباعِ شریعت نہیں ہے اتباعِ شریعت کا محض حیلہ (۴) ہے اور یہ مرض عوام میں اور رنگ میں ظاہر ہوتا ہے اور علماء میں اور رنگ میں، عوام میں جو دنیا دار کہلاتے ہیں وہ کھلے مہار معاصی میں (۵) اتباع ہویٰ کا کرتے ہیں مگر جو اتقیاء (۶) اور دیندار کہلاتے ہیں وہ دین میں اتباعِ ہویٰ کرتے ہیں اس کا یہ رنگ ہے کہ مثلاً مولوی صاحب سے کہتے ہیں کہ مولوی صاحب کوئی مسئلہ ایسا بھی ہے جس میں یہ کام اس طرح ہوجاوے، کیوں صاحب تم سے اپنی حالت کو قانونِ شرعی کے تابع نہیں بنایا جاتا قانون کو چاہتے ہو کہ تمہاری موافقت کرے اس کی کوشش ہوتی ہے کہ مولوی صاحب کوئی روایت ہمارے موافق کہیں سے نکال دیں۔

---

(۱) فی الحال (۲) جس مرض میں عام طور پر لوگ مبتلا ہیں (۳) اس کا اصل باعث (۴) بہانہ (۵) گناہوں میں اپنے نفس کی پیروی کرتے ہیں (۶) متقی۔

عوام کی حالت

کچھ دن ہوئے کہ ایک شخص آئے اور کہا کہ رضاعی بھائی بہن کا آپس میں نکاح ہوگیا ہے اور نکاح کے وقت علم نہ تھا بعد نکاح معلوم ہوا' اب کیا کیا جاوے؟ میں نے کہا کہ تفریق(۱) کرادؤ یہ حکم سن کر وہ شخص سہم گیا اور کہنے لگا کہ صاحب اس میں تو بڑی بدنامی ہے' افسوس صد افسوس کہ اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کے ساتھ مسلمان کی یہ حالت ہو اور فرمائش کی جاوے کہ ہمارے موافق مسئلہ مل جاوے۔ میں نے ان سے کہا کہ بھائی اس میں تو نیک نامی ہوگی کہ بڑے اچھے آدمی ہیں ایک غلطی ہوگئی تھی جب حقیقت پر اطلاع ہوئی حق کو اختیار کرلیا اور بدنامی تو اب ہو رہی ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ بھائی بہن دونوں جمع ہو رہے ہیں اور یہ جواب تو علیٰ سبیل التبرع(۲) تھا ورنہ جواب حقیقی تو یہ ہے کہ بلا سے بدنامی ہو ہونے دو۔

خوفِ بدنامی مانع اتباعِ حق نہ ہونا چاہئیے

اگر ایسا ہی بدنامی کا خوف ہمارے بزرگوں کو ہوتا تو آج ہم مسلمان نہ ہوتے مگر ہمارے بزرگوں نے اسلام لانے میں کیسی کیسی مصیبتیں اور بدنامیاں اٹھائیں ہیں کیونکہ جب کوئی مذہب باطل کو چھوڑتا ہے تو اہلِ باطل اِس پر ایسی ہی ملامت کرتے ہیں جیسے حق کو چھوڑتے وقت اہلِ حق ملامت کرتے ہیں کیونکہ اہلِ باطل بھی اپنے گمان فاسد میں اپنے طریق کو حق اور محبوب سمجھتے ہیں۔

ایک مرتبہ موضع سونتہ گیا وہاں ایک بوڑھے چمار کو دیکھا کہ بہت پاک صاف ستھرا رہتا ہے اور رات کو اٹھ کر رام رام بھی کرتا ہے اور معلوم ہوا کہ اس کے

---

(۱) جدائی (۲) بطور احسان وامتنان۔

اولاد وغیرہ بھی کچھ نہیں ہے میں نے اس سے کہلایا کہ مسلمان ہو جا۔ اس نے کہا کہ میں اپنے لوگوں سے صلاح کر کے جواب دونگا صلاح کر کے اس نے جواب دیا کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ بڑھاپے میں کیوں ایمان کھوتا ہے۔ سچ ہے ؎

گراز بسیط زمین عقل منعدم گردد　　بخود گماں نہ برد ہیچ کس کہ نادانم

''اگر تمام دنیا سے عقل معدوم ہو جائے تو کوئی شخص اپنے آپ کو نادان گمان نہ کریگا''

چِڑ کا فائدہ

تو میں نے اس سائل سے کہا کہ اگر جناب سب کے سب آپ کے مذاق پر ہوتے اور حق کے اختیار کرنے میں بدنامی سے ڈرتے تو اس وقت آپ بھی کافر ہوتے مسلمان کی تو یہ شان ہونی چاہئیے کہ ؎

نسازد عشق را کنج سلامت　　خوشا رسوائی کوئے ملامت

''عشق کو گوشۂ سلامتی موافق نہیں اس کے مناسب کوچۂ ملامت کی رسوائی بہت اچھی ہے''

بلکہ طالب حق کو تو ملامت میں اور زیادہ مزہ آتا ہے اور ملامت میں ایک عجیب نکتہ بھی ہے وہ یہ کہ اس سے دین میں پختگی ہو جاتی ہے جب تک ملامت نہ ہو خامی (۱) رہتی ہے وجہ یہ کہ جب چاروں طرف سے ملامت کی بوچھاڑ پڑنے لگتی ہے تو اس کو طبعًا چِڑ ہو جاتی ہے اور اپنے فعل پر اصرار پیدا ہو جاتا ہے اور اس سے اس کام میں اور پختہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نے شادی میں کوئی رسم نہیں کی اس پر

(۱) پختگی نہیں ہوتی۔

اس کو لوگوں نے ملامت شروع کی تو یہ شخص ترکِ رسوم میں اور زیادہ پختہ ہوجائے گا۔

کوئی شئے حکمت سے خالی نہیں

یہاں سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے کوئی شئے (۱) بے حکمت پیدا نہیں فرمائی خواہ وہ شئے آفاقی ہو یا انفسی مثلاً چڑ کہ بظاہر موذی (۲) اور مضر معلوم ہوتی ہے مگر اس میں یہ نفع نکلا کہ اس سے دین کو پختگی ہوسکتی ہے اسی طرح جس قدر خواص طبعی ہیں سب نافع ہیں ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ بخل اور جبن (۳) بھی مطلقاً بُری خصلتیں نہیں بلکہ کبھی اچھی بھی ہیں جب کہ اچھے مصرف میں صرف کریں مثلاً ایک سائل آیا کہ مجھ کو سو روپے دیدیجئے شادی میں ناچ کراؤں گا سو یہاں بخل ہی بہتر ہے اسی طرح غصہ پہلے مسلمانوں کو آیا کرتا تھا بعد اصلاح کے اپنے نفس اور شیطان پر اور اعداء اللہ (۴) پر غصہ آنے لگا۔ پس محل بدل گیا اور تزکیہ کے بعد اخلاق بدلتے نہیں۔ بلکہ اخلاق طبعیہ بحالہا (۵) باقی رہتے ہیں صرف اُن کا محل بدل جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کے اندر ایک چیز چڑ بھی ہے کہ وہ بھی نافع ہے اگر اپنے محل میں ہو جیسا مثال مذکور میں بیان ہوا۔

بے مصرف چڑ کا نقصان

ہاں اگر اس کا مصرف بھی بُرا ہو تو یہ چڑ دوزخ میں لے جانے والی ہے کفارِ عرب کو چڑ ہی تو ہوگئی تھی حالانکہ حق ان کو واضح ہوگیا تھا۔ چنانچہ ایک شخص نے خود حضور ﷺ سے کہا تھا کہ میں ایمان تو لے آتا لیکن قریش کی بڑھیاں کہیں گی

(۱) کوئی چیز (۲) تکلیف دہ بیماری (۳) کنجوسی اور بزدلی (۴) اللہ کے دشمنوں پر (۵) اخلاق طبعی اپنے حال پر باقی رہتے ہیں۔

کہ دوزخ سے ڈر گیا بہادری میں فرق آجائے گا چنانچہ اسی حال میں مر گیا آپ ﷺ کو بہت رنج ہوا اس پر آیت نازل ہوئی کہ: ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ﴾ (۱) ''یعنی اے محمد ﷺ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے لیکن اللہ جس کو چاہے ہدایت کرتا ہے'' تو ایسی چڑ بُری ہے ورنہ حق پر ملامت ہونے سے چڑ بڑھ جائے تو خیر ہے۔ بہرحال اللہ کے بندوں نے ملامت سر پر لی اور حق کو اتباعِ ہویٰ پر ترجیح دی۔

اتباع کا معیار

غرض اتباع ہویٰ کا سخت مذموم (۲) ہونا ثابت ہوگیا اب یہ بات رہی کہ اتباع کے لئے کوئی معیار ہونا چاہئے سو وہ معیار بجز وحی (۳) کے اور کچھ نہیں اس لئے کہ طبیعت تو کافی نہیں جیسا ابھی واضح ہوا کہ خواہشِ نفسانی انبیاء کی بھی ان کے لئے متبوع (۴) نہیں رہی عقل سو ظاہر ہے کہ عقول میں خود اختلاف ہے تو آخر کس کی عقل کو ترجیح دی جاوے اگر عام کی عقل کو چھوڑ کر حکماء کی عقل کو لیا جاوے تو خود ان میں بھی اختلاف، پھر کس کو لیا جاوے؟

اور دوسرے یہ کہ خود عقل پر اکثر تسلّط (۵) ہو جاتا ہے طبیعت اور رسوم کا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر اوقات رسم و رواج کے غلبہ سے عقلاء بلکہ بڑے بڑے علماء بھی بے وقوفی کے کام کرنے لگتے ہیں مثلاً جب بیاہ لکھا آتا ہے تو نائی کے سامنے شکرانہ بنا کر رکھا جاتا ہے اور کھانے کے بعد جوڑہ کے ساتھ اس کے سامنے سو روپیہ خوان میں ڈالتے ہیں اور وہ اس میں سے ایک دو اُٹھالیتا ہے باقی پھیر دیتا ہے سب جانتے ہیں کہ واقع میں اس کو اتنی بڑی رقم دینا منظور نہیں مگر پھر بھی اس

(۱) سورۃ القصص: ۵۲ (۲) بُرا ہونا (۳) سوائے وحی کے (۴) قابلِ اتباع (۵) غلبہ ہو جاتا ہے۔

کے سامنے یہ سو روپے نہ معلوم کس غرض سے رکھے جاتے ہیں اس میں تو ریا بھی نہیں اس لئے کہ ریا تو دوسرے کے دکھاوے کو کہتے ہیں یہاں وہ بھی نہیں اس لئے کہ یہ سب جانتے ہیں کہ دینا منظور نہیں ہے یہ تو نرا لڑکوں کا کھیل اور محض لغو بیہودہ حرکت ہے مگر بڑے بڑے عقلاء جو دوسروں کو عقل سکھاتے ہیں وہ بھی اس میں مبتلا ہیں اس سے معلوم ہوا کہ عقول پر بھی رسوم غالب ہو جاتی ہیں پس ہماری عقل بھی معیار نہیں بن سکتی اور وحی ان سب شوائب سے منزہ ہے۔(۱) پس ثابت ہو گیا کہ لائق اتباع کے صرف وحی ہے۔

وحی میں تاویل کر کے اللہ کو دھوکا نہیں دے سکتے

لیکن اس شرط سے کہ خود وحی میں اپنی ہوائے نفسانی سے کچھ تصرف یا تغیر نہ کر لیا ہو جیسا آج کل اکثر اہلِ علم اور غیر اہلِ علم قصداً تو اتباع کرتے ہیں ہوائے نفسانی کا (۲) اور وحی کو صرف آڑ بنا لیتے ہیں سو یہ کتنا بڑا حیلہ وفریب ہے اس سے صرف اتنا تو نفع ہو جاتا ہے کہ خلق کے اعتراض سے بچ جاتے ہیں مگر خالق تعالیٰ شانہ تو ظاہر اور باطن کا جاننے والا ہے اس سے کیسے بچیں گے۔

خَلق راگیرم کہ بفریبی تمام　　　　در غلط اندازی تا ہر خاص و عام
کارہا با خَلق آری جملہ راست　　　　باخدا تز ویر وحیلہ کے رواست
کارہا او راست باید داشتن　　　　رایت اخلاص و صدق افراشتن

''میں نے فرض کر لیا اگر تو نے ساری مخلوق کو دھوکا دے ہی دیا مگر خدا کو کہاں دھوکا دے سکتا ہے' مخلوق کے ساتھ سب تیرے کام درست ہیں خدا تعالیٰ کے ساتھ مکر وحیلہ کب جائز ہے؟ حق تعالیٰ کے ساتھ سب کام درست رکھنے

(۱) ان سب برائیوں سے پاک ہے (۲) پیروی کرتے ہیں نفسانی خواہشات کی۔

چاہئیں اخلاق اور سچائی کا علم بلند کرنا چاہئیے‘‘۔

خدا تعالیٰ کے ساتھ فریب کرنا نہ چاہئیے اور نیک نامی اور بدنامی کو بالائے طاق رکھ کر سچا اتباع کرنا چاہئیے۔

عاشقِ نامراد کا مطلب

عاشقِ بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا
جو کہ خود ناکام ہو اس کو کسی سے کام کیا

اور عاشق کو جو ناکام اور بے مراد کہدیا ہمارے حضرت اس کی تفسیر فرماتے تھے کہ بے مرادی عشق کو کہتے ہیں کیونکہ عاشق کا خاصہ ہے کہ وصل کے جس مرتبہ پر پہنچے اس کو آگے کی ہوس ہوتی ہے اور اشتیاق بڑھتا ہے ہاں جس کے محبوب کا جمال متناہی ہو اس کی مرادیں ختم ہوسکتی ہیں۔ اور جہاں جمال غیر متناہی ہو وہاں نہ حسن ختم نہ طلب ختم بلکہ جوں جوں آگے بڑھتا ہے اشتیاق اور زیادہ ہوتا جاتا ہے اور وہ حالت ہوتی ہے جس کو شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

دلا رام در بر دلا رام جو لب از تشنگی خشک برطرف جو
نہ گویم کہ بر آب قادر نیند کہ بر ساحل نیل مستسقی اند

’’محبوب گود میں ہے اور محبوب کو ڈھونڈ رہے ہو نہر کے کنارے پر کھڑے ہو اور ہونٹ پیاس سے خشک ہیں یہ تو ہم نہیں کہتے کہ پانی پر قادر نہیں بلکہ جلندھر والے (۱) کی طرح دریائے نیل کے کنارے پر ہیں‘‘

غرض ناکام کو بدنامی سے کیا ڈر حافظ صاحب فرماتے ہیں ؎

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں ما نمی خواہیم ننگ و نام را

(۱) جس کے پیٹ میں پانی پڑ گیا ہو اور اس کو پیاس کا مرض لاحق ہو تو اس کو پانی سے دور رکھتے ہیں۔

''اگرچہ عقلمندوں کے نزدیک بدنامی ہے تو ہم ننگ و نام کے خواہاں نہیں ہیں''

جو بدنامی سے ڈرے وہ عاشق نہیں ہوسناک ہے آج کل یہ کیفیت ہے کہ دین پر بھی عمل اس وقت کریں گے کہ جب وہ حکم اپنی خواہش کے خلاف نہ ہو اور نہ اس میں کچھ خرچ ہو اور نہ کسی مصلحت دنیوی کے خلاف ہو اور اس پر پھر دعویٰ دینداری کا ۔

وَجَائِزَۃٌ دَعویٰ الْمُحَبَّۃِ فِی الْھَوٰی وَلٰکِنْ لَا یَخْفٰی کَلَامُ الْمُنَافِقِ

''عشق میں محبت کا دعویٰ جائز ہے لیکن منافق کا کلام چھپا نہیں رہتا''

احکامِ دین میں لوگوں کی نفس پرستی

چنانچہ ان سائل صاحب نے فرمایا کہ کوئی ایسا مسئلہ نکال دو کہ جس میں یہ عورت حلال ہوجاوے' میں نے کہا کہ دیوانہ ہوئے ہو میں کون حلال کہنے والا ہوں اور اگر کہہ بھی دیا تو اس سے حلال تو نہیں ہوجاوے گی جب تک شرعی دلیل سے حلال نہ ہو۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور سوال کیا کہ فلاں مرد عورت کی آپس میں یہ قرابت ہے ان میں نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ حضرت نے فرمایا نہیں' وہ کیا کہتا ہے کہ ہم نے تو کیا تھا ہوگیا تھا' تو نہ ہونے کا مطلب یہ سمجھے کہ زبان سے الفاظ نہ نکل سکتے ہوں گے اسی واسطے فرماتے ہیں کہ ہم نے کیا تھا اور ہوگیا تھا یعنی منہ بند نہیں ہوگیا تھا۔ اسی طرح یہ سائل صاحب بھی اس رضاعی بھائی بہن کو حلال کرانا چاہتے تھے۔ جب ان سائل صاحب نے مجھ سے صاف جواب سنا تو اب تاویل کی فکر ہوئی کہ کوئی تاویل کرنی چاہیئے تو فرمانے لگے کہ اس لڑکے نے دودھ پیا تو تھا مگر تھوڑا سا پیا تھا' وہ عقلمند یہ سمجھے کہ بہت سا پینے

سے حُرمت ہوتی ہوگی تھوڑا پینے میں کیا حرج ہے' میں نے کہا کہ جناب ایک قطرہ پینے میں بھی حُرمت ہو جاوے گی۔ اس پر فرمانے لگے کہ جی جو کچھ پیا تھا وہ بھی قے ہو گیا تھا اندر نہیں رہا وہ یہ سمجھا کہ بس دودھ کے ساتھ حُرمت بھی نکل پڑی' میں نے کہا کہ بھائی حلق کے نیچے اترتے ہی حُرمت ثابت ہوگئی اور ثبوت کے بعد اس کا سقوط (۱) نہیں ہوتا اس پر وہ ناامید ہو کر چلے گئے۔ اور دہلی پہنچے اہلِ حدیث سے جا کر رجوع کیا تو اہلِ حدیث اور نیز شافعیؒ کا مذہب ہے کہ پانچ گھونٹ سے کم میں حُرمت نہیں ہوتی' یہ مسئلہ سن کر ان سائل صاحب نے ایک سوال اسی قید کے ساتھ تیار کیا کہ ایک لڑکے نے پانچ گھونٹ سے کم دودھ پیا ہے آیا حُرمتِ رضاعت ثابت ہوئی یا نہیں؟ ان میں سے کسی نے جواب لکھ دیا کہ اس صورت میں حُرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ بس آپ راضی راضی آگئے اور بہن بھائی کو اسی حالت پر ہنسی خوشی جمع رکھا۔

دیکھئے! اس مسئلہ میں ان سائل صاحب نے کس قدر اپنے نفس کی پیروی کی ہے۔ جیسا اس کے مکالمہ مفصلہ سے ثابت ہوتا ہے پھر بھی امید نہیں کہ موافقِ مذہبِ شافعیؒ کے یہ نکاح جائز ہوا ہو۔ اس لئے کہ بچے کے دودھ پینے کے وقت جب ان امور کی اطلاع بھی نہ تھی تو کس نے گنا تھا کہ اس نے پانچ گھونٹ پئے ہیں یا کم۔

اتباعِ نفس

دوسرے یہ کہ یہ شخص حنفی تھا اور پہلے سے اس کا یہ عقیدہ نہ تھا جس پر عمل کیا اگر پہلے سے شافعی ہوتے تو اس فتویٰ پر عمل کرنا مضائقہ نہ تھا یا اس ابتلاء ورضاع سے پہلے اپنی تحقیق یا کسی کی تقلید سے اس مسلک کی ترجیح ثابت ہوجاتی تب بھی مضائقہ نہ تھا اب تو کھلا اتباعِ ہویٰ کیا۔

---

(۱) رضاعت سے جب ایک مرتبہ حرمت ثابت ہوگئی تو اب وہ ختم نہیں ہوسکتی۔

احکامِ میراث میں لوگوں کا طرزِ عمل

اسی طرح ہم فرائض میں دیکھتے ہیں کہ اگر اپنے آپ کو ملتا ہوا دیکھتے ہیں تو فرائض نکلواتے ہیں اور بعضے تو اول ہی پوچھ لیتے ہیں کہ ہمارا بھی کچھ حصہ ہے یا نہیں' اگر کچھ حصہ ہوا تو مسئلہ نکلواتے ہیں اور اگر نہ ہوا تو چل دیتے ہیں اور بعضے اس امید پر مسئلہ نکلوا لیتے ہیں مگر جب ان کو مسئلہ نکال کر سنایا جاتا ہے اور وہ دیکھتے ہیں کہ ہمارا اس میں کچھ نہیں ہے تو بہت بددل ہوتے ہیں اور بعض اوقات فرائض (۱) بھی مفتی ہی کے پاس چھوڑ کر چل دیتے ہیں یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ نکالنے والے کا جی بُرا ہوگا اس کی خاطر ہی سے لے جاویں۔

ایک شخص میرے پاس ایک فرائض (۲) لائے اور پوچھا کہ میرا کتنا حصہ ہے میں نے بتلا دیا کہ اس قدر ہے' ان کو وہ بہت کم معلوم ہوا کہنے لگے کہ میرا حصہ کیوں گھٹ گیا؟ میں نے کہا کہ فلاں وارث کی وجہ سے کم ہو گیا اگر وہ نہ ہوتا تو تم کو زیادہ ملتا تو کہنے لگے کہ جناب پھر اس کو نہ لکھئے' اور اکثر فرائض وہی پوچھتا ہے جس کے قبضہ میں کچھ نہ ہو اور قبضہ چاہتا ہو اور جو قابض ہوتا ہے وہ کبھی فرائض نہیں نکلواتا کیونکہ جانتا ہے کہ تقسیم کرنی پڑے گی اور قبضہ سے شئے نکل جاوے گی' غرض لینے کے لئے فرائض نکلواتے ہیں دینے کے لئے کوئی نہیں نکلواتا الا ماشاء اللہ تمام عمر میں ایک شخص ایسے آئے کہ بڑے رئیس تھے اور تمام ریاست پر قابض تھے انہوں نے فرائض لکھوائے تھے تاکہ جائیداد موافقِ شرع شریف تقسیم کردیں۔ گڑگانوہ کے رہنے والے تھے کئی بار آئے اور گئے جو ضروری بات اس میں کوئی رہ جاتی تھی اس کے دریافت کرنے کے لئے مکرر مکرر (۳) آتے اور جاتے' اور ان کے سوا جو آتا ہے ایسا ہی آتا ہے جو لینا چاہتا ہے اور دینا نہیں چاہتا۔

---

(۱) میراث میں جو حصے مفتی نے نکال کر بتائے ہیں (۲) میراث کا مسئلہ (۳) بار بار تشریف لاتے رہے۔

عوام اپنی مرضی کا فتویٰ چاہتے ہیں

ایک بار ایک ایسے ہی شخص آئے اور انہوں نے مسئلہ پوچھا کہ ہماری بہن بے اولاد مرگئی اور خاوند اس کا شیعی ہے آیا اس کے خاوند کو بھی عورت کے ترکہ میں سے کچھ ملے گا میں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں ملے گا نصف ترکہ اس کا ہے تو وہ بھائی یہ چاہتے تھے کہ خاوند کو نہ ملے مال بہت تھا اور انہوں نے کہیں سنا تھا کہ شیعہ پر کفر کا فتویٰ ہے تو اس لئے چاہتے تھے کہ اس تاویل سے اس کے خاوند کو کچھ نہ ملے سب مال ہمارے قبضہ میں آوے' کہنے لگے کہ سُنّیہ کا تو شیعی سے بوجہ کفرِ شیعی کے نکاح نہیں ہوتا پھر وہ شوہر کب ہے؟ میں نے کہا کہ تم کو کچھ خدا کا خوف بھی ہے کہ دوسرے کا حق رکھنا چاہتے ہو اور اگر خوف نہیں تو اچھا حمیّت اور غیرت کہاں اڑگئی کہ تھوڑی سی دنیا کے لئے یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ تمہاری بہن تمام عمر حرام کاری میں مبتلا رہی اور دوسرے یہ تو بتلایئے کہ آپ نے نکاح کے وقت کیوں نہ پوچھا کہ یہ خاوند شیعی ہے اس سے نکاح جائز ہے یا نہیں اور تیسرے یہ کہ سچ سچ کہنا اگر یہ مال خاوند کے قبضہ میں ہوتا اور وہ مرتا اور تمہاری بہن کو ملنے کے بعد پھر تمہاری طرف سے منتقل ہونے کا احتمال ہوتا تو کیا اس وقت بھی تم اس نکاح کے صحیح نہ ہونے کی کوشش کرتے؟ میرے پاس کثرت سے ایسے سوال آتے ہیں کہ کوئی بات نکال دو۔ چنانچہ ابھی ایک مسئلہ آیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدیں۔ اس کی درخواست تھی کہ کوئی ایسی صورت نکال دو کہ حلالہ نہ کرنا پڑے یہ تو عوام الناس کی کیفیت ہے جو بیان ہوئی کہ ہر امر میں اتباعِ ہویٰ کرتے ہیں حتیٰ کہ مسائلِ شریعت میں بھی علماء سے فرمائش کرتے ہیں کہ ہماری مرضی کے موافق فتویٰ دیدیں۔ رہے علماء ان سے تو کسی سے کہنے سننے کی ہی ضرورت نہیں ہدایہ' شرح

وقایہ، دُرِّ مختار ان کے سامنے ہے جس طرح چاہیں عمل کریں۔

علمِ دین سکھانے کے لئے طلباء کے انتخاب کا معیار

اور میں سب علماء کو نہیں کہتا بلکہ صرف ان کو جو حُبِ جاہ و مال (۱) میں مبتلا ہیں سو ایسے عالم کا فتویٰ بھی معتبر نہیں جو دنیا کا حریص اور محبّ ہو اور ہمیشہ گمراہی ایسے ہی لوگوں سے پھیلی ہے ۔

بد گہر را علم و فن آموختن　　دادنِ تیغ ست دستِ راہزن

''نااہل کو علم وفن سکھانا ڈاکو کے ہاتھ تلوار دے دینا ہے''

پہلے زمانہ میں جو رسم تھی کہ ہر ایک شخص کو مقتداء و عالم بننے کی اجازت نہیں تھی اس میں بڑی مصلحت تھی مگر اس میں اتنی کمی تھی کہ انتخاب غلط تھا۔ خاص خاص قوموں کا انتخاب کر رکھا تھا کہ ان ہی کو علمِ دین پڑھنے کی اجازت تھی البتہ انتخاب کا معیار یہ ہونا چاہیئے کہ اساتذہ طلباء کے زمانۂ تحصیل میں اس کا اندازہ کیا کریں کہ کس شخص میں حرصِ دنیا کی غالب ہے اور کس شخص میں نہیں ہے، جس میں حرص دنیا کی غالب دیکھیں اس کو رخصت کریں اور مدرسہ سے خارج کریں اور جس میں حبّ دنیا نہ ہو اس کو مقتداءِ دین بنائیں۔ بغداد میں ایک مدرسہ نظامیہ تھا کہ جس سے بڑے بڑے علماء جیسے امام غزالیؒ اور شیخ سعدیؒ پڑھ کر نکلے۔ اور وجہ اس مدرسہ کی بناء کی یہ ہوئی تھی کہ اس زمانہ میں قضاء اور افتاء اور دیگر بڑے بڑے عہدے علماء ہی کو دیئے جاتے تھے تو جس کا باپ مثلاً قاضی ہوتا تھا وہ کوشش کرتا تھا اور دعویٰ استحقاق تقاضا کا کرتا تھا خواہ وہ اہل ہو یا نہ ہو، تو سلطانِ وقت نے بمشورہ وزراء وارکانِ دولت اس لئے یہ مدرسہ تیار کیا کہ جو اس مدرسہ میں کامیابی حاصل

(۱) جو مال واقتدار کی محبت میں گرفتار ہیں۔

کر لے اس کو یہ عہدے دیئے جاویں گے تاکہ نااہلوں کو اور جہلاء کو حوصلہ ایسے عہدوں کی درخواست کا نہ ہو تو جس روز اس مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی اس روز علماءِ بخارا میں ماتم ہوا تھا کہ آج کی تاریخ سے علم دین دنیا کے لئے پڑھایا جائے گا۔ لیکن تاہم ایسے بڑے علماء اس میں سے پڑھ کر نکلے کہ فخرِ علماء ہوئے اور جن کی نظیر اس وقت روئے زمین پر نہیں۔

امام غزالیؒ کی طلبِ علم سے غرض

ایک روز بادشاہ اس مدرسہ کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے اور مخفی طور (۱) سے طلباء کے خیالات کی آزمائش کی کہ دیکھیں علم پڑھنے سے ان کی کیا غرض ہے۔ چنانچہ ایک طالب علم سے پوچھا کہ آپ کس لئے پڑھتے ہیں۔اس نے کہا کہ میں اس لئے پڑھتا ہوں کہ میرا باپ قاضی ہے میں اگر عالم بن جاؤنگا تو میں بھی قاضی ہوجاؤں گا۔اس کے بعد دوسرے سے پوچھا اس نے کہا کہ میرا باپ مفتی ہے میں مفتی بننے کے لئے پڑھتا ہوں۔غرض جس سے پوچھا اس نے کوئی غرض دنیا ہی کی بتلائی۔ بادشاہ کو بہت غصہ آیا کہ افسوس ہے کہ علمِ دین دنیا کے لئے پڑھا جارہا ہے اور ہزاروں روپیہ مفت میں برباد ہو رہا ہے' ایک گوشہ میں امام غزالیؒ بھی خستگی کی حالت میں بیٹھے کتاب دیکھ رہے تھے۔اس وقت تک یہ طالب علم تھے نہ کوئی جانتا تھا نہ شہرت تھی ان سے دریافت کیا کہ تم کیوں پڑھتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے دلائلِ عقلیہ ونقلیہ (۲) سے معلوم کیا ہے کہ ہمارا ایک مالکِ حقیقی ہے جو سموات وارض (۳) کا مالک ہے۔اور مالک کی اطاعت ضروری ہوتی ہے کہ اس کی مرضیات پر عمل کرے اور نامرضیات سے بچے۔سو میں اس لئے پڑھتا

(۱) خفیہ طریقے سے (۲) عقل اور قرآن وحدیث کے دلائل سے (۳) زمین وآسمان کا مالک ہے۔

ہوں کہ اس کی مرضیات و نامرضیات کی اطلاع حاصل ہو۔ بادشاہ سن کر خوش ہوئے اور ظاہر کردیا کہ میں بادشاہ ہوں اور کہا کہ میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ اس مدرسہ کو توڑ دوں مگر تمہاری وجہ سے یہ مدرسہ رہ گیا۔ پس تحصیلِ علم اس غرض سے ہونی چاہئیے جو امام غزالیؒ نے ظاہر کی اور جس کی غرض تحصیلِ دنیا اور باعث حبّ دنیا ہوگا اس کے علم سے کچھ نفع نہ ہوگا۔

حُبِّ دنیا کا امتحان

اور حب دنیا کا امتحان سلف (۱) سے منقول ہے کہ اس زمانہ میں اساتذہ اس کا خیال رکھتے تھے کہ طلباء میں کون ایسا ہے جو امراء کی طرف راغب ہے اور کون نہیں ہے۔ جو امراء کی طرف راغب ہوتا تھا اس کو اپنے حلقہ میں آنے سے روک دیتے تھے کیونکہ امراء کے پاس سوائے دنیا کے کیا ہے جو امراء سے مانوس ہوگا معلوم ہوتا ہے کہ طالب دنیا ہے' چنانچہ امراء کے دربار میں جو علماء ہوتے ہیں وہ ان کی ہاں میں ہاں ملایا کرتے ہیں خواہ حق ہو یا ناحق ہو ہاں جو عالم حق گو ہو اور مغلوب نہ ہوتا ہو وہ اگر امراء کے یہاں جاوے اور حق بات کہے وہ مجاہد ہے۔

علماء کی سلامتی کا راستہ

ایک شخص ایک بزرگ کی ملاقات کے لئے سفر کرکے گئے وہاں جاکر معلوم ہوا کہ وہ بزرگ بادشاہ کی ملاقات کے واسطے گئے ہیں یہ شخص بہت نادم ہوئے اور پچھتائے کہ بزرگ سن کر آئے تھے یہ تو دنیا دار نکلے اور وہاں سے واپس ہوکر جارہے تھے اس بادشاہ کے لوگوں نے ان کو جاسوس سمجھ کر پکڑ لیا اور بادشاہ کے

---

(۱) متقدمین علماء سے منقول ہے۔

دربار میں حاضر کردیا۔ وہ بزرگ اس وقت وہاں تشریف رکھتے تھے۔ انہوں نے بادشاہ سے فرمایا کہ جاسوس نہیں ہے ہمارا مہمان ہے یہ چھوڑ دیئے گئے' وہ بزرگ بھی وہاں سے چلے اور اس شخص سے کہا کہ میں اس لئے بادشاہ کے یہاں آیا کرتا ہوں۔ مگر ایسے فیصدی ایک بھی نہیں ہماری اور امراء کی مثال تو چُھری اور خربوزہ کی سی ہے' خربوزہ کی سلامتی چُھری سے الگ ہی رہنے میں ہے' خواہ خود ان کے پاس جاؤ یا وہ تمہارے پاس آویں۔ اور تم ان کے آنے سے متاثر ہو امراء سے ملنا اور ثابت قدم رہنا بڑے قوی آدمی کا کام ہے۔ جس کی شان حضرت ابوالحسن نوریؒ کی سی ہو۔

حق گو عالم کی شان

ان کی حکایت ہے کہ ایک بار ایک موقع پر چلے جارہے تھے چلتے چلتے دجلہ کے کنارے پہنچے دیکھا کہ شراب کے مٹکے کشتیوں سے اتر رہے ہیں پوچھا کہ ان میں کیا ہے؟ کشتی والے نے کہا کہ شراب ہے خلیفۂ وقت معتضد باللہ کے لئے آئی ہے' اور وہ دس مٹکے تھے شیخ کو غصہ آیا اور کشتی والے کی لکڑی مانگ کر انہوں نے نو مٹکے یکے بعد دیگرے توڑ ڈالے اور ایک مٹکا چھوڑ دیا چونکہ یہ شراب خلیفہ کے لئے لائی گئی تھی اس لئے ان کا براہ راست خلیفہ کے ہاں چالان کردیا گیا معتضد نہایت ہیبت ناک صورت میں بیٹھ کر اجلاس کیا کرتا تھا لوہے کی ٹوپی اوڑھتا تھا اور لوہے کی زرہ اور لوہے کا گُرز ہاتھ میں ہوتا تھا اور لوہے کی کرسی پر بیٹھتا تھا۔ معتضد نے نہایت کڑک کر ہولناک آواز سے پوچھا کہ تم نے یہ کیا کیا؟ حضرت شیخ نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے کیا ہے آپ کو بھی معلوم ہے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں ورنہ میں یہاں تک نہ لایا جاتا۔ معتضد یہ جواب سن کر برہم ہوا اور پوچھا کہ تم

نے یہ حرکت کیوں کی کیا تم محتسب ہو؟ شیخ نے فرمایا کہ ہاں محتسب ہوں، خلیفہ نے پوچھا کہ تم کو کس نے محتسب بنایا ہے؟ فرمایا کہ جس نے تجھ کو خلیفہ بنایا ہے۔ خلیفہ نے پوچھا کہ کوئی دلیل ہے فرمایا کہ ﴿یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَکَ﴾(۱) ''قائم کر نماز کو حکم کر نیک باتوں کا اور روک لوگوں کو بُری باتوں سے اور اس سے جو تجھ کو تکلیف پہنچے اس پر صبر کر''

معتضد یہ بے باکی کی باتیں سن کر متاثر ہوا اور کہا کہ ہم نے تم کو آج سے محتسب بنایا۔ مگر ایک بات بتاؤ کہ ایک مٹکہ تم نے کیوں چھوڑ دیا؟ فرمایا کہ جب میں نے نو مٹکے توڑ ڈالے تو نفس میں خیال آیا کہ اے ابوالحسن تو نے بڑی ہمت کا کام کیا کہ خلیفۂ وقت سے بھی نہ ڈرا میں نے اسی وقت ہاتھ روک لیا کیونکہ اس سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے توڑے تھے اگر اب توڑوں گا تو وہ نفس کے لئے ہوگا اس لئے دسواں مٹکا چھوڑ دیا۔

حضرت علیؓ کا اخلاص

ایسی ہی حکایت حضرت علیؓ کی لکھی ہے کہ آپ ایک کافر کے قتل کرنے کے واسطے اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اس نے آپ کے چہرۂ مبارک پر تھوک دیا آپ فوراً اُتر پڑے اور اس کو چھوڑ دیا اس نے پوچھا کہ آپ باوجود اس کے کہ مجھ پر غالب ہوگئے تھے اور میں پوری طرح آپ کے قبضہ میں آ گیا تھا، پھر گستاخی بھی سخت کی، باوجود اِن مقتضیات کے پھر کیا وجہ پیش آئی کہ الگ ہوگئے اور قتل نہیں کیا؟ فرمایا کہ تیرے تھوکنے سے پہلے تو میری نیت اللہ کے واسطے تجھ کو مارنے کی تھی اور جب تو نے تھوکا تو غصہ آ گیا اور نفس نے کہا کہ جلدی اس گستاخ کا کام تمام کردو۔

---

(۱) سورۃ لقمٰن: ۱۷۔

تو اب نفس کی آمیزش ہوگئی اگر قتل کرتا تو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے نہ ہوتا اس لئے میں نے چھوڑ دیا وہ یہ دیکھ کر مسلمان ہوگیا۔ یہ حکایت خلوص کی مناسبت سے بیان کی گئی اصل قصہ حضرت شیخ ابوالحسن نوری کی حق گوئی کا بیان کیا گیا تھا۔

دین کے راہزن

حاصل یہ کہ اگر علماء امراء کے پاس جا کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرسکیں تو خیر ان سے ملنے کا ڈر نہیں اور اگر ان کی ہاں میں ہاں ملانا پڑے اور حق گوئی نہ کرسکے تو اجتناب ہی بہتر ہے۔ حدیث میں ہے: (اَلْعُلَمَاءُ اُمَنَاءُ الدِّيْنِ مَالَمْ يُخَالِطُوا الْاُمَرَاءَ فَاِذَا خَالَطُوا الْاُمَرَاءَ فَهُمْ لَصُوْصُ الدِّيْنِ) ''یعنی علماء دین کے امانت دار ہیں جب تک کہ امراء و حکام سے میل جول نہ کریں اور جب امراء و حکام سے میل جول کرنے لگیں تو وہ دین کے راہزن ہیں'' چنانچہ تھوڑے دنوں کا قصہ ہے کہ ایک عورت کی ایک مرد سے آشنائی تھی اور چاہتی تھی کہ کسی طرح خاوند سے چھوٹ کر آشنا سے نکاح ہو جاوے۔ ایک ایسے ہی مولوی صاحب نے جو دین کے راہزن تھے اس کو ترکیب سکھائی تو کافر ہو جا نکاح ٹوٹ جاوے گا۔ پھر توبہ کر کے دوسرے سے نکاح کر لینا۔ نعوذ باللہ ایسے ہی ظالموں نے علماء کو بدنام کیا ہے۔ غرض اہلِ علم میں یہ مرض اس رنگ سے ظاہر ہو رہا ہے۔

مشائخ میں اتباعِ ہویٰ کا مرض

اور جو اہلِ علم میں اخص الخواص ہیں اُن میں بھی یہی مرض موجود ہے اگرچہ وہ نہ مال کے طالب ہیں اور نہ جاہ ان کو مطلوب ہے مگر ان میں بھی اتباعِ ہویٰ کا مرض موجود ہے مثلاً کسی کے ساتھ سختی کی (۱) اور اس کو بُرا بھلا کہا تو نفس یہ

(۱) یعنی اپنے کسی مرید پر ڈانٹ ڈپٹ کی۔

تاویل کرتا ہے کہ سختی سے اصلاح ہوتی ہے۔ اس لئے تم پر کچھ مواخذہ نہیں۔ تمہاری نیت اس میں اچھی ہے لیکن یہ تاویل اس وقت صحیح ہوسکتی ہے کہ جس وقت سختی کی تھی اس سے پہلے یہ بات ذہن میں ہوتی اور یہی محرک تشدد(۱) کا ہوتی' اس وقت تو بجز غیظ (۲) کے کچھ بھی دل میں نہ تھا۔ اب فرصت میں تاویلیں گڑھتے ہیں اور دھبہ دھونے کے لئے بعض مرتبہ زبان سے بھی کہتے ہیں کہ کیا کہیں بڑی سختی ہوگئی یہ اس لئے کہ معتقدین و متبعین کے دل میں شبہہ نہ رہے اور یہ سمجھیں کہ حضرت بڑے متواضع ہیں اور بڑے صاف ہیں خود اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہیں پھر اس پر معتقدین بناتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ آپ جو کچھ کرتے ہیں ہماری ہی اصلاح کے واسطے آپ کی اس میں کیا عرض ہے' کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے غرض ایسے معتقدین اُس کا دماغ اور زیادہ خراب کردیتے ہیں مولانا فرماتے ہیں ؎

تن قفس شکلست اما خارِ جاں ۔۔۔ از فریب و اخلان و خارجاں
اینش گوید نے منم ہمراز تو ۔۔۔ آتش گوید نے منم انبار تو
او چو بیند خلق را سرمست خوش ۔۔۔ از تکبر می روداز دست خویش

''تن قفس کے مثل ہے اسی وجہ سے وہ جان اور روح کے لئے مثل خار کے ہورہا ہے ایک اس کو کہہ رہا ہے میں آپ کا ہمراز ہوں دوسرا کہتا ہے نہیں صاحب میں آپ کا شریک حال ہوں' وہ شخص بیچارہ جب ایک مخلوق کو اپنا سرمست و عاشق دیکھتا ہے بس تکبر کی وجہ سے ہاتھوں سے نکل جاتا ہے''

ایسے لوگوں کو یہی چاہئے کہ کام کرنے سے پہلے غور کرکے دیکھا کریں کہ ہم جو کچھ کررہے ہیں اس میں خواہشِ نفسانی کِس قدر ہے اور اتباعِ شریعت کس

(۱) یہی ذریعہ بنتی اس سختی کا (۲) سوائے غصہ کے۔

قدرِ خواہشِ نفسانی کا حصہ ترک کر دینا چاہئیے۔

نفس کی شرارتیں

ایک مثال اور لیجئے مثلاً ایک امیر آیا اور اس کی تعظیم و تکریم کی گئی اب بعض کا نفس کہتا ہے کہ اس میں دنیوی غرض نہیں ہے بلکہ شرعاً بھی اس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ مناسب ہے اگر ایسا نہ کیا جاوے تو اس کی دل شکنی ہوگی اور حدیث میں آیا ہے (اِذَا جَاءَ کُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاکْرِمُوْہُ) ''جب تمہارے پاس کسی قوم کا بڑا آئے اس کا اکرام کرو'' درحقیقت یہ سب مقدمات فی نفسہا بالکل صحیح ہیں لیکن گفتگو اس میں ہے کہ آیا ہم نے جو اس کی تعظیم کی ہے کیا اسی مصلحت سے کی ہے یا اور کوئی وجہ ہے' تو غور کر کے جو دیکھا جاتا ہے تو یہ وجہ ہرگز محرک (۱) نہیں ہوتی یہ تو نکتہ بعد الوقوع کے طور پر تصنیفی وجہ ہے اصل وجہ وہی دنیا کی خوشامد بتوقع نفع ہے۔ غرض یہ کہ نفس میں اکثر کے شرارتیں ہی ہیں مگر بدمعاشوں میں اور طرح کی ہیں اور نیک بختوں میں نیک بختی کے رنگ میں ہیں اور علماء اور طلباء میں اور رنگ سے ہیں اور درویشوں میں دوسرے رنگ سے ہیں اسی واسطے مولانا فرماتے ہیں ؎

صد ہزاراں دام و دانہ است اے خدا ما چو مرغانِ حریصِ بے نوا
دم بہ دم پابستہ دام تو ایم ہر یکے گر باز و سیمرغے شویم
میر ہانی ہر دمے مارا و باز سوئے دامے میرویم اے بے نیاز

''اے خدا لاکھوں دام دانے موجود ہیں اور ہماری حالت مرغانِ حریص کی سی ہے وقتاً فوقتاً ایک نئے دام میں پھنس جاتے ہیں گو ہم باز و سیمرغ ہی کیوں نہ ہو جائیں آپ کی یہ عنایت ہے کہ ہر وقت ہم کو ان داموں سے نکالنے

(۱) یہ وجہ ہرگز اس کا باعث نہیں ہے۔

رہتے ہیں مگر ہم پھر دوسرے دام میں چلنے لگتے ہیں‘‘۔

مکائدِ نفس کا علاج

لیکن یہ ضروری امر ہے کہ جو شخص عمل کرتا ہے اور اخلاص کی سعی میں رہتا ہے اس کو غلطی پر تنبیہ ضرور ہوتی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ اکثر تنبیہ پر بھی تدارک (۱) نہیں کرتے تدارک کرنے سے عار (۲) آتی ہے، نفس کہتا ہے کہ آئندہ ایسا نہ کریں گے اور اب تدارک خلاف مصلحت ہے لیکن یاد رکھو کہ اگر اس وقت تدارک کرلیا جاوے اور علی الاعلان غلطی کا اقرار کرلیا جاوے تو آئندہ کو عمل کی توفیق ہوتی ہے، اور تدارک نہ کرنے سے پستی ہوتی جاتی ہے اور توفیق کم ہوتی جاتی ہے یہ تجربہ کی بات ہے ایک دھوکا اور ہوجاتا ہے وہ یہ کہ جب کچھ نشیب وفراز ہوجاتا ہے تو نفس کہتا ہے کہ تمہارے اندر اللہ کے نام سے لطافت پیدا ہوگئی ہے تمہارے وجدان میں جو کچھ آتا ہے وہ صحیح ہی ہوتا ہے۔ تم سے غلطی نہیں ہوتی سو یہ امر فی نفسہ تو صحیح ہے کہ واقعی مومن کے اندر عمل اور تقویٰ کی بدولت فراست صحیح پیدا ہوجاتی ہے چنانچہ آیا ہے کہ (اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ) ’’مومن کی فراست سے ڈرو اس لئے کہ وہ نورِ خدا سے دیکھتا ہے‘‘

فراستِ مؤمن

میں نے سنا ہے کہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں ایک شخص آئے انہوں نے مشورہ کیا کہ مجھے مدینہ جانا ہے کس طرف کو جاؤں۔ فرمایا کہ ینبوع کو جاؤ، دوسرا ایک اور آیا اس نے بھی مشورہ لیا اس کو فرمایا کہ سلطانی راستہ کو جاؤ۔ سو جس کو ینبوع کے راستے سے جانے کے لئے فرمایا تھا وہ بھی کسی مصلحت سے

(۱) سدِ باب (۲) شرم آتی ہے۔

سلطانی ہی راستہ کو گیا اور حضرت کے مشورہ پر عمل نہ کیا اس کو ویسے بھی بہت تکلیف ہوئی اور بدوؤں سے بھی سابقہ پڑ گیا اور ان سے الگ تکلیف پہنچی اور جس کو سلطانی راستے کا مشورہ دیا تھا وہ راحت سے چلا گیا۔ حضرت سے اس کی وجہ دریافت کی گئی کہ آپ نے اس کو اس راستے کا مشورہ دیا اور اس کو دوسرے راستے کا' اس میں کیا حکمت تھی ۔ فرمایا جب پہلا آیا میرے دل میں وہی آیا جو اس کو بتایا اور جب دوسرا آیا میرے دل میں اس وقت یہی آیا جو اس کو مشورہ دیا' سو ایسے شخص سے واقعی غلطی کم ہوتی ہے۔

اہل اللہ کی شان

اسی کے مناسب ایک اور حکایت ہے کہ ایک بزرگ کی خدمت میں چند آدمی جو سفر کرنے والے تھے ملنے اور رخصت ہونے آئے جب وہ جانے لگے تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت ہم کو کچھ وصیت کیجئے۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ ہاتھی کا گوشت مت کھانا انہوں نے عرض کیا کہ حضرت ہم کو تو ہاتھی کے گوشت کھانے کا خطرہ بھی نہیں گذرتا یہ آپ نے کیوں فرمایا؟ فرمایا کہ میرے منہ سے اس وقت ایسا ہی نکلا۔ واللہ اعلم کیا وجہ ہے' وہ لوگ رخصت ہو گئے اتفاقاً راستہ بھول گئے اور ایک بیابان میں پہنچ گئے اور بھوک اور پیاس سے بے تاب ہوئے اتفاق سے ایک ہاتھی کا بچہ سامنے سے دکھائی دیا سب نے اتفاق کیا کہ اس کو کاٹ کر کھانا چاہئیے ایک نے اُن میں سے منع کیا کہ تم کو کیا حضرت کی وصیت یاد نہیں ہے' انہوں نے کچھ پرواہ نہ کی اور سب نے خوب اس کا گوشت کھایا لیکن اس ایک نے نہیں کھایا' اور گوشت کھا کر سو رہے کیونکہ تھکے ماندے ہو رہے تھے۔ مگر جس نے نہیں کھایا تھا اس کو نیند نہیں آئی جاگتا رہا تھوڑی دیر میں ایک جماعت ہاتھیوں کی آئی اور ان میں

ایک ہتھنی بھی تھی اس ہتھنی نے اپنے بچے کو تلاش کرنا شروع کیا تلاش کرتے کرتے وہاں بھی آئی جہاں یہ لوگ سوتے تھے اور ان سونے والوں میں سے ہر ایک کا منہ سونگھا تو اس کو گوشت کی بو آئی اس نے ایک ٹانگ پر پاؤں رکھا اور دوسری سونڈ سے پکڑ کر اس کو چیر ڈالا اسی طرح سب کا کام تمام کر دیا پھر آخر میں اس کے پاس آئی چونکہ اس کے منہ سے بو نہ آئی اس کو سونڈ سے اٹھا کر اپنی کمر پر بٹھالیا اور ایک جانب کو لے چلی اور ایک میوہ دار درخت کے نیچے لے گئی اور ٹھہر گئی اس نے خوب سیر ہو کر میوے کھائے اس کے بعد اس کو راستے پر چھوڑ آئی' ان حضرات کی یہ شان ہو جاتی ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

''اس کا کہا ہوا اللہ تعالیٰ کا کہا ہوا ہے اگر چہ بندے کے منہ سے نکلا ہے''

خود کو بزرگوں پر قیاس نہ کرو

لیکن گفتگو اس میں ہے کہ تم بھی ان میں ہو یا محض تمہارے نفس کی تسویل ہی ہے۔

اے مری کردہ پیادہ پا سوار سر نخواہی برو اکنوں ہوش دار

''اے شخص جو پیادہ ہو کر سوار کا مقابلہ کرتا ہے تو اپنا سر سلامت نہ لے جائے گا ذرا سنبھل''۔

چوں تو یوسف نیستی یعقوب باش ہمچو او با گریہ و آشوب باش
ناز را روئے بباید ہمچو درد چوں نداری گرد بدخوئی مگرد
زشت باشد روئے نازیبا و ناز عیب باشد چشم نا بینا و باز

''جب تم یوسف علیہ السلام یعنی مطلوب نہیں ہو تو یعقوبؑ یعنی طالب ہی رہو اور اس کی طرح گریہ در شوب یعنی درد و طلب میں رہو' ناز کے لئے گلاب جیسا چہرہ چاہئے۔ جب ایسا چہرہ نہیں رکھتے تو بدخوئی کے پاس نہ پھٹکو نابینا آنکھ کا کھلا رہنا عیب ہے بدشکل کا ناز کرنا بُرا معلوم ہوتا ہے''

پس ناقصین کا اپنے کو کاملین پر قیاس کرنا اور اپنی نفسانی خواہش کو ان حضرات کی فراست و وجدان پر قیاس کرنا سخت غلطی ہے تم کو چاہئے کہ اپنے نفس پر ہر وقت بدگمانی رکھو اگر کسی وقت اس میں خواہش کو مفقود بھی پاؤ تب بھی اس کو نفس مردہ ہرگز نہ جانو۔

نفس کی مثال

اس کی مثال اژدھے کی سی ہے۔ کوئی شخص پہاڑ پر چلا گیا کہ دیکھا کہ اژدھا مردہ پڑا ہے اور وہ جاڑے کی وجہ سے ٹھٹر رہا(۱) تھا مردہ نہیں تھا۔ اس نے اس کو پکڑ لیا اور شہر میں لایا اور سرِ مجمع(۲) اس کو لیکر بیٹھا تھوڑی دیر میں جو آفتاب نکلا اور اس کو گرمی پہنچی اور افسردگی اس کی جاتی رہی تو اس نے حرکت شروع کی اور لوگوں نے بھاگنا شروع کیا اور سینکڑوں اوپر تلے گر کر ہلاک ہوگئے یہی حال نفس کا ہے اس کے پاس سامان نہیں ہے اس لئے یہ پژمردہ(۳) ہے سامان ہونے پر یہ دیکھنے کے قابل ہے مولانا فرماتے ہیں ؎

نفس اژدہاست او کے مردہ است   از غم بے آلتے افسردہ است

''نفس اژدھا ہے وہ نہیں مرا' بے سرو سامانی کے غم کی وجہ سے افسردہ ہو رہا ہے''

---

(۱) بوجہ سردی سکڑا پڑا تھا (۲) مجمع عام میں (۳) نیم مردنی کی حالت میں پڑا ہے

ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ دو چار روز ذکر و شغل کیا تہجد پڑھنے لگنے سمجھنے لگے کہ ہم ولی کامل ہوگئے اور نفس پر اعتماد ہو جاتا ہے حالانکہ نفس خواہ کیسا ہی ہو جائے مگر اس سے بدگمان ہی رہنا چاہیئے جو خیال آوے اور جو عمل کرو پہلے سوچ لو اور غور کرلو کہ اس میں کوئی آمیزش نفس کی تو نہیں ہے بعض اوقات خلوص کے رنگ میں نفس اپنی خواہش پوری کرتا ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کا اندازِ تربیت

حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ایک شخص کو ذکر جہر (۱) تعلیم فرمایا' اس نے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو خفی (۲) کی اجازت دیدیجئے کیونکہ جہر میں ریا ہو جاتی ہے۔ حضرت نے فرمایا سبحان اللہ اس میں تو ریا ہوگی اور ذکر خفی میں ریا نہ ہوگی جب آنکھیں بند کر کے بیٹھو گے اور لوگ سمجھیں گے کہ خدا جانے حضرت کہاں کی سیر میں ہیں عرش کی یا کرسی کی' اور ذکر جہر میں تو بجز اس کے کوئی بھی کچھ نہ سمجھے گا کہ اللہ اللہ کررہا ہے۔ سو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے سو ایک وسوسۂ نفس تو اس میں یہ ہوا کہ چھوٹی ریا کو چھوڑ کر بڑی ریا تجویز کی اور دوسری شرارت نفس کی ذکر جہر نہ کرنے میں بعض اوقات یہ ہوتی ہے کہ نفس یہ سمجھتا ہے کہ اگر ذکر جہر شروع کیا تو اگر کسی روز آنکھ نہ کھلی تو بھانڈا پھوٹے گا اور فضیحت (۳) ہوگی' دوسروں کو معلوم ہو جائے گا کہ میاں رات نہیں اُٹھے' اور خفی میں کسی کو راز کی خبر ہی نہ ہوگی سب سمجھیں گے کہ خفی کیا کرتے ہیں آج بھی کیا ہوگا تو اس سے رسوائی سے بچے رہیں گے' ایک بزرگ کا قول ہے کہ نفس بھی مولوی ہے یعنی بڑے دور کے احتمالات نکالتا ہے ہاں اگر مطمئن

---

(۱) باآواز بلند ذکر کرنے کی تعلیم دی (۲) آہستہ ذکر کرنے کی اجازت دیدیجئے (۳) رسوائی و شرمندگی ہوگی۔

ہو جاوے اور اس کی خواہش محض خیر ہی خیر ہو تو سبحان اللہ لیکن اعتماد کسی حالت میں نہ کرنا چاہئیے۔ اکثر اس کی تجویز میں کچھ نہ کچھ مکر ضرور ہوتا ہے۔

نفس کے مکر کا علاج

ایک بزرگ ایک حجرہ میں عزّلت نشین تھے اور ذکر اللہ کیا کرتے تھے اتفاقاً کفار و مسلمین میں مقابلہ پیش ہوا۔ ان بزرگ کے نفس میں خیال آیا کہ چلو جہاد کریں اور شہید ہوں گے پھر سوچا کہ یہ کیا بات ہے نفس نے یہ کیوں تجویز کیا ضرور اس میں کوئی کیدِ خفی (۱) ہے، بہت سوچنے سے معلوم ہوا کہ نفس نے اس میں اپنے لئے نجات سمجھ کر یہ بات تجویز کی تھی اور سوچا تھا کہ یہ شخص رات دن مجھ کو ستاتا ہے اور میرے سر پر ناگوار (۲) امور کے ہر وقت آرے چلاتا رہتا ہے اور طاعات میں ہر وقت مجھ کو گھوٹتا ہے، اور کسی وقت چین لینے نہیں دیتا شہید ہونے میں ایک دفعہ پاپ کٹ جاوے گا (۳) اور اس مصیبت سے نجات ہو جاوے گی، جب یہ مکر معلوم ہوا تو انہوں نے نفس کو جواب دیا کہ میں تجھ کو اس مصیبت سے کبھی نجات نہ دونگا۔ میں تو تجھ کو یہاں حجرہ میں ہی شہید کروں گا۔ بعض لوگوں پر حج فرض نہیں ہوتا اور ان کو حج کی ہوس ہوتی ہے اس میں بھی نفس و شیطان کی یہ تسویل (۴) ہوتی ہے کہ ایک نفل کی تحصیل میں بہت سے فرائض برباد ہوتے ہیں کیونکہ بہت لوگ حج کے سفر میں نمازیں چھوڑ بیٹھتے ہیں اور رفقاء سے جنگ وجدال اور سب وشتم (۵) میں مبتلا ہوتے ہیں اور بعضے اس لئے حج کرتے ہیں کہ حاجی صاحب بن جائیں گے لوگ تعظیم سے پیش آئیں گے ایسے ہی لوگوں کے لئے حضرت مسعود فرماتے ہیں ؎

---

(۱) نفس کا پوشیدہ مکر ہے (۲) ناپسندیدہ باتوں کے کرنے کا کہتا رہتا ہے (۳) ایک ہی دفعہ قصہ تمام ہو جائے گا (۴) نفس وشیطان کا یہ دھوکا ہوتا ہے (۵) ساتھیوں سے لڑائی جھگڑا اور گالم گلوچ کرتے ہیں۔

اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید   معشوق در اینجاست بیائید بیائید

''یعنی اے قوم حج میں گئی ہوئی تم کہاں ہو تم کہاں ہو معشوق تو یہاں ہے یہاں آؤ یہاں آؤ''۔

یعنی محبوب حقیقی کی رضا تو حالاتِ خاصہ میں وطن رہنے میں ہے اس لئے کہ حج تم پر فرض نہیں ہے اور حج نفل ادا کرنے میں بہت سے واجبات وفرائض ترک ہوتے ہیں غرض شیطان ہر شخص کو اس کے مذاق کے موافق دھوکا دیتا ہے۔

شیطانی دھوکا

تھوڑے روز ہوئے کہ ایک مولوی صاحب میرے پاس آئے ان کے نفس نے یہ تجویز کیا تھا کہ نوکری چھوڑ کر اللہ کے واسطے پڑھائیں اس لئے کہ تنخواہ لینے سے خلوص نہیں رہتا میں نے ان سے کہا کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ شیطان نے دیکھا کہ دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں ان سے یہ کام کسی تدبیر سے چھڑانا چاہئیے تو اگر یہ کہتا پڑھانا چھوڑ دو تو اس کی ہرگز نہ چلتی اس لئے اس کی وہ صورت تجویز کی جو دینداری کے رنگ میں ہے کہ اس میں خلوص نہیں ہے۔ نوکری چھوڑ کر پڑھاؤ تو سمجھ لو کہ اب تو پابندئ تنخواہ سے بھی کام ہو رہا ہے اور اگر نوکری چھوڑ دو گے تو پابندی تو ہوگی نہیں رفتہ رفتہ پڑھانا ہی چھوٹ جائے گا اور شیطان کامیاب ہوگا۔

علماء کا تنخواہ لیکر پڑھانا اخلاص کے خلاف نہیں

اور یہ جو تم کو وسوسہ ہے کہ ہم نے معاوضہ لے لیا ہے خلوص نہیں رہا تو میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم کو اب مثلاً پچیس (۱) ملتے ہیں سو بتلاؤ کہ اگر تم کو تیس یا چالیس (۲) پر

(۱) پچیس روپے ماہوار (۲) تیس چالیس روپے ماہوار۔

بلاویں تو تم اس صورت موجودہ کو چھوڑ کر وہاں چلے جاؤ گے یا نہیں، کہنے لگے کہ میں تو ہرگز نہ جاؤں گا، میں نے کہا کہ بس معلوم ہوگیا کہ تم روپے کے لئے نہیں پڑھاتے بلکہ اللہ کے واسطے پڑھاتے ہو اور روپیہ گذران کے لئے لیتے ہو دنیا تم کو مقصود نہیں، پس خلوص نہ ہونے کا وسوسہ غلط ثابت ہوا اس لئے نوکری ہرگز مت چھوڑو، بلکہ میری رائے تو یہ ہے اگر عالم امیر ہو اور تنخواہ ملنے لگے تب بھی اس کو چاہئیے کہ تنخواہ لے کر پڑھائے اگر ایسا ہی امارت کا جوش اٹھے وہ تنخواہ پھر مدرسہ میں دیدے مگر لے لے ضرور تا کہ پابندی سے کام ہوتا رہے ہمارے فقہاء (جزاھم اللّٰہ خیرا) نے لکھا ہے کہ اگر قاضی امیر کبیر ہو تو اس کو بھی تنخواہ لینا چاہئیے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر کوئی قاضی تنخواہ نہ لے اور دس برس تک وہ قاضی رہا اور اس کے بعد کوئی غریب قاضی ہو کر آیا تو اب تنخواہ کا اجراء مشکل ہوگا، سبحان اللہ فقہاء کا کیا فہم ہے یہ حضرات حقائق شناس تھے اس شان کا علم وفہم یہ اخلاص وتقویٰ کی برکت تھی مولانا فرماتے ہیں:

بینی اندر خود علومِ انبیاء بے کتاب و بے معین و اوستا

''انبیاؑ جیسے علوم بلا کتاب واستاد اور معاون کے اپنے قلوب پر قابض پاؤ گے''

علم چوں بردل زنی یارے بود علم چوں برتن زنے یارے بود

''علم جب قلب پر اثر کرے کہ خشیت اور خلوص پیدا ہوجائے تو وہ وصول الی اللہ میں معین ہوگا اور اگر تن پر اثر ہو یعنی زبان پر تقریر رہی ہو یا اس کو تن پروری کا ذریعہ بنایا تو تیرا بوجھ اور وبال ہے''۔

فقہ کی مشہور کتاب ''ہدایہ'' کے مصنف کا تقویٰ اور اخلاص

ان حضرات کے خلوص کی یہ کیفیت تھی کہ صاحبِ ہدایہ کی تصنیف (۱) تمام نہیں ہوئی روزہ برابر رکھتے تھے اور طُرفہ یہ (۲) کہ کسی کو روزے رکھنے کی خبر نہیں ہوئی خدا جانے کتنے سال میں ہدایہ لکھا ہوگا برابر روزہ رکھنا اور کسی کو خبر نہ ہونا کس قدر اخلاص کی بات ہے مردانہ مکان میں بیٹھ کر لکھتے تھے لونڈی مکان سے کھانا لاتی تھی اور کہہ کر چلی جاتی جب کوئی مسافر ناآشنا (۳) سامنے سے گذرتا اس کو وہ کھانا دیدیتے لیکن چونکہ اپنے مخصوصین سے پردہ نہیں ہوتا اس لئے تحدث بالنعمۃ (۴) کے طور پر کبھی خاص سے یہ سب قصہ ذکر فرمایا ہوگا اس لئے ہم تک منقول ہوا اس خلوص کی برکت سے جن کو نورِ فہم عطا ہوا ہے یہ ان کی تحقیق ہے کہ تنخواہ لینے میں مصلحتیں ہیں پس نفس بعض اوقات ان مصلحتوں کے برباد کرنے کے لئے یہ رائے دیتا ہے کہ تنخواہ مت لو غرض شیطان اور نفس ہر شخص کو اسی کے مذاق کے موافق بہکاتا ہے اور فقیہہ اور محقق اس لئے شیطان پر گراں ہے کہ وہ اس کے ان مکائد (۵) سے واقف ہوتا ہے اور ان کو مطلع کرتا ہے حدیث میں ہے (فَقِيۡةٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيۡطَانِ مِنۡ اَلۡفِ عَابِدٍ) یعنی ''ایک فقیہہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے''۔

---

(۱) چھٹی صدی ہجری کے فقیہہ اعظم علامہ برہان الدین علی مرغینانی کی شہرہ آفاق کتاب ہدایہ فقہ حنفی کی وہ مشہور و معروف کتاب ہے جو مسلسل آٹھ صدیوں سے مسلک احناف کی مستحکم بنیاد سمجھی جاتی ہے آپ نے تیرہ سال میں یہ کتاب مکمل فرمائی اور اس زمانے میں آپ مسلسل روزے رکھتے رہے جس کا قصہ حضرت تھانویؒ نے ذکر کیا ۱۲ اخ (۲) تعجب یہ کہ (۳) غیر واقف (۴) انعام کے تذکرے کے طور پر (۵) چالاکیوں۔

ذاکرین کے لئے شیطان کی چال

ذاکر شاکر لوگوں کو اس طرح اتباعِ ہویٰ میں گرفتار کرتا ہے کہ ان کو ذوق وشوق وجد و کیفیت ومحویت کا طالب بناتا ہے (۱) خوب یاد رکھو مقصود ذکر سے قرب ہے اور جس عمل میں مجاہدہ زیادہ ہوگا اس میں زیادہ قرب ہوگا نفس نے اپنی جان بچانے کے لئے یہ حیلہ نکالا ہے کہ ذوق وشوق کی تحصیل میں پڑ گیا کیونکہ ذوق شوق ہونے سے پھر طاعت میں مشقت نہیں ہوتی ہاں ذوق وشوق کا بھی ایک وقت ہے اس وقت مربی حقیقی خود عطا فرمادیں گے لیکن ابھی وقت نہیں آیا تو اس کی فکر فضول ہے کیونکہ تمہاری تجویز سے مربی حقیقی کی تجویز بہتر ہے۔

شیخ جو تجویز کرے اس پر راضی رہو

مثلاً ایک مریض ہے اس کے لئے حکیم صاحب نے خمیرہ گاؤزبان جواہر والا چاندی سونے کے ورق میں لپیٹ کر تجویز کیا اور ایک دوسرے مریض کے لئے املتاس لکھا، اگر یہ دوسرا مریض کہنے لگے کہ حکیم صاحب بھی عجیب شخص ہیں اس کے واسطے مزیدار مفرّح دوا تجویز کی اور میرے واسطے ایسی بدمزہ، تو یہ احمق ہے یہ نہیں سمجھتا کہ اس کے اندر سے تو مادہ فاسد نکل چکا ہے اور املتاس کے پیالے پی چکا ہے اب اس کے لئے یہی مناسب ہے اور میرے اندر ہنوز مادہ فاسدہ موجود ہے وہ بغیر ایسی بدمزہ دواؤں کے نہ نکلے گا اس لئے یہی مناسب ہے اس طرح مبتدی (۲) منتہی (۳) کی جو کہ اپنی اصلاح کر چکا ہے حرص کرے اور اپنے کو اس پر قیاس کرے

(۱) ان کے دل میں یہ خواہش پیدا کرتا ہے کہ عبادت ذوق وشوق سے ہونی چاہئے اس میں ایک بے خودی کی سی کیفیت پیدا ہوجائے کہ خود بخود عبادت کرنے کا تقاضہ ہو (۲) طریق سلوک میں قدم رکھنے والا (۳) سلوک کی آخری منزلوں کو چھونے والا۔

تو اس کی حماقت ہے، عاشق کی تو یہ شان ہونی چاہیئے کہ ہر حال میں راضی رہے جیسا فرمایا گیا ہے۔

خوشا وقت شوریدگان غمش   اگر ریش بینند و گر ہمش
گدایا نے از باد شاہی نفور   بامیدش اندر گدائی صبور

''اس کے غم کے پریشان لوگوں کا کیا اچھا وقت ہے اگر زخم دیکھتے ہیں اور اگر اس پر مرہم رکھتے ہیں ایسے فقیر کہ بادشاہی سے نفرت کرنے والے اس کی امید پر فقیری میں قناعت کرنے والے ہیں''

دمادم شراب الم درکشند   دگر تلخ بینند دم درکشند

''ہر وقت رنج کی شراب پیتے ہیں اور جب اس میں رنج کی کڑواہٹ دیکھتے ہیں تو خاموش ہو رہتے ہیں''

حضرت سرمد فرماتے ہیں ؎

سرمد گلہ اختصار می باید کرد   یک کار ازیں دوکارمی باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید داد   یا قطع نظر زیار می باید کرد

''سرمد شکایت کو مختصر کرو اور دو کاموں میں سے ایک کام کرو یا تو تن کو محبوب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وقف کردو یا محبوب سے قطع نظر کرو''

عاشقی چیست بگو بندہ جاناں بودن   دل بدست دگرے دادن وحیران بودن

''عاشقی کیا ہے محبوب کا بندہ بن جانا دل دوسرے یعنی محبوب کے قبضے میں دے دینا اور حیران رہنا''

سوئے زلفش نظر کردن درویش دیدن   گاہ کافر شدن و گاہ مسلمان بودن

''محبوب کی زلف یعنی تجلی کی طرف نظر کرنا کبھی فانی ہونا کبھی باقی ہونا''

قبض و بسط دونوں محمود ہیں

اس شعر میں اسلام سے مراد بسط ہے اور کفران سے مراد قبض ہے یعنی قبض و بسط (۱) دونوں کو جھیلے حضور ﷺ سے زیادہ کون محبوب ہوگا حضور ﷺ پر تین سال کامل قبض کی کیفیت رہا بارہا ارادہ فرمایا کہ پہاڑ سے نیچے گرادیں' کیونکہ ؎

ذوقے چناں ندارد بے دوست زندگانی بے دوست زندگانی ذوقے چناں ندارد

''بے دوست کے جینے کا کچھ مزہ نہیں بے دوست کے زندگانی بالکل بے مزہ ہے''

لیکن سنبھال لئے جاتے تھے پس اگر قبض علامت بُعد (۲) ہوتی تو حضور ﷺ کو کیوں ہوتا جب علامتِ بُعد نہیں پھر اس پر کاہے کو پریشان ہو۔

امام غزالیؒ کا حال

امام غزالیؒ جب مدرسہ نظامیہ سے فارغ ہوکر نکلے ہیں تو بہت بڑے عالم ہوئے تین سو علماء ان کے ساتھ چلتے تھے ایک مدت تک اسی حالت میں رہے اس کے بعد خدا طلبی کا جوش ہوا اور دل میں آیا کہ سب چھوڑ کر خلوت اختیار کریں ایک مدت امروز فردا (۳) میں رہے آخر ایک بار سب ترک کرکے صحراء قدس میں جاکے معتکف ہوگئے اور مدت تک سخت مجاہدہ و ریاضت کی اور دس برس تک اُن پر قبض

---

(۱) واردات کا انقطاع جو کسی مصلحت سے ہوتا ہے قبض کہلاتا ہے اور اس کے مقابل حالت بسط ہے یعنی آثار لطف و فضل کے ورود سے قلب کو سرور و فرحت ہونا۔ (۲) قبض اگر دوری کی علامت ہوتی (۳) کافی مدت تک آج اور کل کے مخمصے میں رہے۔

واقع رہا اور بجز پوست اور استخواں (۱) کے کچھ باقی نہ رہا قریب المرگ ہو گئے بعض آس پاس کے رہنے والے ان کی حالت دیکھ کر کسی نصرانی ڈاکٹر کو لائے اور ان کی نبض دکھائی اس نے نبض دیکھ کر کہا کہ ان کو محبت کا مرض ہے اور محبت بھی مخلوق کی نہیں بلکہ خالق کی ہے جب تک ان کو وصل میسر نہ ہوگا شفا نہ ہوگی ۔

قَدْ لَسَعَتِ حَيَّةُ الْهَوىٰ كِبَدِىْ   فَلَا طَبِيْبٌ لَّهَا وَلَا رَاقِىْ
اِلَّا الْحَبِيْبُ الَّذِىْ شَغَفْتُ بِهٖ   فَعِنْدَهٗ رَقْبَتِىْ وَتِرْيَاقِىْ

''میرے جگر کو عشق کے سانپ نے کاٹ لیا ہے نہ اس کے لئے کوئی طبیب ہے نہ جھاڑ پھونکنے والا' بجز اس محبوب کے جس کی محبت نے میرے دل میں جگہ کر لی ہے اسی کے پاس میری جھاڑ پھونک اور میرے لئے تریاق ہے''

امام غزالیؒ چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے غرض مدتوں کے مجاہدہ و ریاضت کے بعد کامل ہوئے اور پھر بغداد میں آئے تو اور ہی شان سے آئے کہ علماء وطلباء و صوفیاء سب کے امراض روحانی بیان فرماتے تھے اس پر بعض علماء دشمن ہو گئے اور کفر کا فتویٰ ان پر لگایا گیا احیاء العلوم جلائی گئی' الحمد للہ یہ سنت امام غزالیؒ کی ہم کو بھی نصیب ہوئی کہ مجھ پر کفر کا فتویٰ بھی دیا گیا اور میری کتاب بہشتی زیور جلائی گئی۔

حاصل یہ کہ کسی کے لئے ذوق وشوق مصلحت ہے کسی کے لئے گھلنا اور پگھلنا ہی حکمت ہے اس لئے ان خیالات کو چھوڑ کر کام میں لگنا چاہئیے ۔

---

(۱) صرف ہڈی چمڑے کے کچھ باقی نہ رہا انتہائی کمزور ہو گئے۔

ہوائے نفسانی کی اقسام

غرض کہ مختلف طبقوں میں مختلف اقسام کی ہویٰ پائی جاتی ہے اور کلیات ان سب قسموں کی تین ہیں ایک ہویٰ متعلق علوم سے دوسرے متعلق اعمال کے تیسرے متعلق امور تکوینیہ کے۔

ہوائے نفسانی کی پہلی قسم

علوم کے متعلق جو ہویٰ ہے اس کا نام بدعت ہے جس کی حقیقت غیر دین کو دین سمجھنا ہے اور بدعات بہت سی ہیں لیکن شبِ برأت جو عنقریب آنے والی ہے اس کے متعلق کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

شبِ برأت کی بدعات

شبِ برأت میں دو قسم کی بدعتیں ہیں ایک علمی، دوسری عملی علمی یہ ہے کہ حلوہ پکانے کو ضروری یا مثل ضروری کے جانتے ہیں اور اس کے متعلق مختلف روایتیں گڑھی ہیں بعض کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا دندانِ مبارک شہید ہوا تھا اس میں حضور ﷺ نے حلوہ کھایا تھا، بعض کہتے ہیں کہ حضرت حمزہؓ جب شہید ہوئے حضور ﷺ نے حلوے پر ان کی فاتحہ دلائی تھی حالانکہ یہ دونوں واقعے غزوۂ احد کے ہیں اور وہ شوال میں ہوا ہے اور شبِ برأت شعبان میں ہوتی ہے تو یہ عقل کے بھی خلاف ہوا اور نقلاً بالکل بے اصل ہی ہے، بعضے کہتے ہیں کہ شبِ برأت میں روحیں آتی ہیں لیکن ظاہر ہے کہ روحوں کو آنا یا تو مشاہدہ سے ثابت ہوگا اور یا وحی سے تو مشاہدہ تو ظاہر ہے کہ نہیں ہے رہ گئی وحی سو اس سے بھی کہیں ثابت نہیں بلکہ وحی تو اس پر دال ہے کہ روحیں یہاں نہیں آتیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾(۱) حاصل یہ کہ

(۱) سورۃ المومنون: ۱۰۰۔

روح اور اس عالم کے درمیان قیامت تک کے لئے ایک پردہ ہے جو اس کو اس طرف نہیں آنے دیتا ہاں اگر خرق عادت کے طور پر بعض کو اجازت ہو جاوے تو وہ دوسری بات ہے جیسے شہداء کو' تو یہ آنا بطورِ کرامت کے ہوگا۔

کرامت دائمی اور اختیاری نہیں

لیکن کرامت دائمی اور اختیاری نہیں ہوتی اور وہ جو اختیاری ہوتا ہے اس کا نام تصرف ہے کیونکہ کرامت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی ولی کا کسی طور سے بذریعہ کسی خارق کے اعزاز ظاہر فرمادیں اسی لئے بعض مرتبہ صاحبِ کرامت کو بھی کرامت کی خبر تک نہیں ہوتی' ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ کسی نے بادشاہ کو ان کے متعلق کچھ کہدیا بادشاہ نے ان کو طلب کر کے اپنے سامنے بلایا اور جو سوال اُن سے بادشاہ کرتا تھا براہ جرأت وہی سوال وہ بزرگ کرتے تھے حتی کہ آخر میں بادشاہ نے کہا ''کوئی ہے'' ان بزرگ نے بھی فرمایا کہ ''کوئی ہے'' اسی وقت ایک شیر غراتا ہوا ایک گوشہ سے نمودار ہوا بادشاہ اور سب لوگ بھاگے سب کے ساتھ یہ بھی بھاگے' جیسے جب موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ عصا کو ڈالدو اور ڈالنے سے اژدھا ہوگیا تو موسیٰؑ خود ڈر گئے اگر اختیاری فعل ہوتا تو خوف نہ کرتے غرض کہ کرامت اختیاری اور دائمی نہیں ہوا کرتی اور تصرفات اختیاری روح کے لئے کسی دلیل سے ثابت نہیں اور بلا دلیل اعتقاد جائز نہیں کہ خلاف ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾(۱) ''اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عمل در آمد مت کر''۔

---

(۱) سورۃ الاسراء: ۳۶۔

ایصالِ ثواب کے بارے میں غلط عقیدہ

بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی اس رات میں ایصالِ ثواب نہ کرے تو روحیں کوستی ہوئی جاتی ہیں۔ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ مردہ کو ایصالِ ثواب کرنا یہ نفل ہے اور نفل کے چھوڑنے پر ملامت کرنا یا بددعا کرنا گناہ ہے اس عقیدہ سے تو لازم آتا ہے کہ مردہ بھی گناہ کرتا ہے حالانکہ مرنے کے بعد انسان گناہ نہیں کرسکتا کیونکہ اس وقت تو کشف عطا ہوجاتا ہے غرض یہ سب امور بے اصل ہیں۔

شبِ براءت میں کرنے کے کام

شبِ برأت میں صرف تین امر حدیث سے ثابت ہیں اول یہ کہ اس شب میں قبرستان میں جا کر اموات کے لئے دعا کریں اور ان کو پڑھ کر بخشیں لیکن گروہ بن کر نہ جانا چاہیئے بلکہ کیف ما اتفق اپنے اپنے طور پر جاوے اور سنت میں اسی قدر منقول ہے مگر چونکہ اس کی غرض ایصال ثواب تھا مردہ کے لئے' اس پر دوسرے طریق کو قیاس کرسکتے ہیں کہ عبادتِ مالیہ کا بھی کچھ ثواب پہنچادیں پس اگر کچھ کھانا وغیرہ بلا قید حلوے وغیرہ کے پکا کر ایصالِ ثواب کریں تو مضائقہ نہیں دوسرے یہ کہ پندرھویں شب کو عبادت کریں تیسرے یہ کہ پندرہ تاریخ کو روزہ رکھیں پس یہ سب امور مستحب ہیں۔

شبِ براءت کی رسوم قابلِ ترک ہیں

باقی سب خرافات ہیں جس وقت میں یہ رسوم ایجاد ہوئی ہوں گی ممکن ہے کہ اس وقت کوئی مصلحت ہو لیکن اب چونکہ ان کو ضروری سمجھنے لگے ہیں اس لئے اگر کوئی مصلحت بھی ہوتی تب بھی بوجہ مفسدہ (۱) کے اس مصلحت کا اعتبار نہ کیا جاتا

(۱) بوجہ خرابی عقیدہ کے۔

جیسا فقہی قاعدہ ہے کہ امور غیر مقصود شرع میں دفع مفسدہ کے لئے مصلحت کو ترک کر دیتے ہیں اس لئے اب وہ واجب الترک ہیں (۱) اور اگر وہ بزرگ جو اس کے موجد ہیں اب زندہ ہوتے تو یقیناً ان رسوم کو وہ خود بھی منع کرتے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جناب رسول اللہ ﷺ کے وقت کی بعض عادات کو جو کسی مصلحت سے تھیں اور ضروریات دین سے نہیں تھیں منع فرمادیا تھا جیسا عورتوں کا جماعات و مساجد میں آنا سو اگر ہم بھی پہلے بزرگوں کی ان رسوم کو روک دیں تو کیا حرج ہے' علماء کا یہی کام ہے کہ زمانہ کے رنگ اور ہوا کو دیکھتے ہیں زمانہ کے بدلنے سے اس قسم کے احکام نہ کہ تمام احکام ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں' بقراط مطب کے نسخے اگر کوئی طبیب آج کل برتے (۲) تو ہرگز نفع (۳) نہ ہوگا بلکہ ضرر (۴) ہونے کا احتمال ہے حاذق طبیب نسخہ وہ تجویز کرتا ہے کہ مریض کے مزاج اور اس وقت کی آب و ہوا کی موافق ہو البتہ قواعد وہی ہیں جو متقدمین نے مدون کئے ہیں۔ حاصل یہ کہ حلوہ اور آتشبازی وغیرہ سب خرافات ہیں اس کے علاوہ ایک اور التزام کر رکھا ہے کہ اس روز مسور کی دال بھی ضرور پکتی ہے معلوم نہیں حلوے اور مسور کی دال کا کیا جوڑ ہے' ایک مناسبت تو دونوں میں معلوم ہوتی ہے کہ حلوے اور مسور کی دال کے لئے دو ضرب المثل ہم معنی بولے جاتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے ''حلوہ خوردن راروئے باید'' (حلوہ کھانے کے لئے منہ چاہیئے) اور یہ بھی ہماری زبان میں بولتے ہیں ''یہ منہ اور مسور کی دال'' اس کے سوا اور کوئی مناسبت تو سمجھ میں آتی نہیں۔

---

(۱) ایسے کام جو شریعت میں مقصود نہ ہوں ان میں مفسدہ سے بچنے کے لئے مصلحت کا لحاظ نہیں کیا جاتا بلکہ ان کو ترک کرنا واجب ہے (۲) آج کل استعمال کرے (۳) فائدہ (۴) نقصان۔

شبِ براءت اور دیگر رسوم کی ایجاد کی وجہ

ایک اعتقاد بعض لوگوں کا شبِ برأت کے متعلق یہ ہے کہ جو مردہ اس سال میں مرتا ہے وہ مردوں میں شامل نہیں ہوتا جب تک اس کو شبِ برأت سے ایک روز پہلے حلوہ دے کر مردوں میں شامل نہ کیا جاوے اس کا نام عرفہ رکھا ہے ان تمام تر اعتقادات کے موجد (۱) یہ مسجد کے مُلاّ ہیں انہوں نے ایسی ایسی ایجاد کیں ہیں جس میں آمدنی ہو'ان مُلاّنوں کی حرص اس قدر ہوتی ہے کہ ان کو جائز ناجائز کی بھی کچھ تمیز نہیں ہوتی' ان کی بدنیتی اور حرص پر حکایت یاد آئی ایک بھانڈ نے دوسرے سے پوچھا سب سے بہتر فرقہ کون ہے اور سب سے بدتر کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ سب سے بہتر فرقہ تو ہمارا ہے کہ ہمیشہ خوشی ہی مناتے ہیں کہ خدا کرے کسی کے یہاں شادی ہو اور ہماری پوچھ ہو اور سب سے بدتر فرقے مسجد کے مُلاّنوں کا ہے کہ ہمیشہ غمی مناتے ہیں کہ کوئی مرے تو ہم کو ملے' واقعی اس فرقے کی یہی حالت ہے اگر کوئی موٹا سا آدمی بیمار ہوتا ہے اور ان مُلاّنوں سے کہا جاوے کہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو صحت دے تو ہرگز دل سے دعا نہ کریں گے بلکہ دل سے یہ چاہیں گے کہ یہ مرے تو اچھا ہے تاکہ ہماری مونچھیں تر ہوں۔ یہ شبِ برأت کا حلوہ اور محرم کا کھچڑا سب ان ہی اکّالین (۲) کی ایجاد معلوم ہوتا ہے اسی لئے ایصال ثواب میں ایسی پخیں (۳) لگائی ہیں کہ بغیر ان کے کوئی کچھ کسی کو دے ہی نہ سکے مثلاً کھانا پانی سامنے رکھ کر پنج آیت وغیرہ پڑھنا کہ عوام تو خود پڑھنا نہیں جانتے لامحالہ ان ہی کو بلاویں گے اور جب بلاویں گے تو حصہ بھی ضرور ملے گا اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ جہاں بدعات سے منع کرنے میں لوگوں میں لوگوں کو وحشت ہو تو یوں کہنا

(۱) ایجاد کرنے والے (۲) انہی کھانے والوں کی ایجاد معلوم ہوتی ہے (۳) قیدیں۔

چاہئیے کہ تم سب کچھ کرو مگر ان ملاّنوں کو کچھ مت دو اللہ کے واسطے فاتحہ دلوایا کرو پھر دیکھ لینا یہی لوگ بدعات کو منع کرنے لگیں گے کیونکہ ملنا ملانا تو کچھ رہے گا نہیں اور فاتحہ کے لئے جگہ جگہ سے گھسیٹے جاویں گے بدعات خود چھوٹ جاویں گی۔

ہوائے نفسانی کی دوسری قسم

دوسری قسم ہویٰ کے متعلق اعمال کی ہے یعنی کوئی عمل کسی غرضِ فاسد مثلاً جاہ ومال وغیرہ کے لئے کیا جاوے جیسا کہ اوپر مفصل اس کے متعلق بیان ہو چکا ہے۔

ہوائے نفسانی کی تیسری قسم

تیسری قسم ہویٰ کے متعلق احکامِ تکوینیہ کی ہے احکام کی دو قسمیں ہیں ایک احکامِ تکلیفیہ تشریعیہ جیسے روزہ، نماز، زکوٰۃ وغیرہا، دوسری قسم تکوینیہ احکامِ تکوینیہ وہ احکام ہیں جو قضا وقدر کے متعلق ہیں۔ مثلاً بارش ہونا یا نہ ہونا، مفلس ہونا یا غنی ہونا وغیرہ وغیرہ اس کے متعلق جو ہویٰ ہے اس کا نام رائے ہونا مناسب ہے گو لفظ رائے عام ہے مگر بنسبت بدعت وغیرہ کے یہ لفظ اس کے زیادہ مناسب ہے غرض یہ کہ ان احکام میں بھی لوگ اپنی خواہشِ نفسانی کے موافق رائے لگاتے ہیں مثلاً آج کل بارش نہیں ہوئی ادب کی بات تو یہ ہے کہ دعا کریں گناہوں سے استغفار کریں یہ تو ہوتا نہیں بلکہ رائے لگایا کرتے ہیں کہ صاحب اگر ساون اُتر گیا تو بس کھیتی گئی ان سے کوئی پوچھے یہ مشورہ کس کو سناتے ہو ہم کو سنانا تو بیکار ہے کوئی نفع نہیں اس لئے کہ ہمارے قبضہ کی تو بات نہیں اور خدا تعالیٰ عالم الغیب والشہادہ ہیں ان کو ہر امر کی اطلاع ہے ان کو بھی سنانا مقصود نہیں تو بس یہ محض اعتراض ہوا اور خدائے تعالیٰ کو رائے دی کہ بارش ہونی چاہئیے، اللہ اکبر! کیسی سخت بے ادبی اور گستاخی ہے

حق تعالیٰ کی حاکمیت اور حکومت کا مقتضا تو یہ تھا کہ اگر ان کا اذن (۱) نہ ہوتا ان کے سامنے درخواست کے طور پر زبان ہلانا بھی روا نہ ہوتا(۲) اور دعا نہ کرنے کی بھی اجازت نہ ہوتی چہ جائیکہ اعتراض کرنا اور رائے مشورہ دینا ان کی تو یہ شان ہے ۔

ہست سلطانی مسلّم مرد را نیست کس را زہرہ چون و چرا

''بادشاہی اسی کی مسلّم ہے کسی شخص کو چون و چرا کی طاقت نہیں ہے''

اللہ کی شان میں جہلاء کی گستاخیاں

خود فرماتے ہیں:﴿قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ بْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾(۳) یعنی ''آپ فرما دیجئے کہ کون اختیار رکھتا ہے خدائے تعالیٰ کے سامنے کچھ بھی اگر وہ مسیح ابن مریم اور ان کی والدہ اور تمام دنیا بھر والوں کو ہلاک کرنا چاہیں اور آسمانوں اور زمین کی اور ان کی درمیانی چیزوں کی سلطنت خدا ہی کے لئے ہے'' اور بعضے ایسے بے باک ہوتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جوان مرجاتا ہے تو کہتے ہیں کہ اس کی عمر تو مرنے کی نہ تھی کچھ دنوں اور زندہ رہتا تو اچھا تھا۔ دوسرے صاحب آتے ہیں وہ کہتے ہیں ارے میاں خدا کے سامنے کس کی مجال ہے کہ کچھ بولے یہ بات فی نفسہٖ تو سچی ہے مگر مطلب ان جہلاء کا تو اس سے یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کا مرنا ہے تو بے موقع لیکن نعوذ باللہ اگر خدائے تعالیٰ بے موقع کام ہی کرے تو اس کے سامنے کون دم مار سکتا ہے گویا نعوذ باللہ حق تعالیٰ کے یہاں بڑی بے انتظامی ہے مصلحت پر نظر نہیں ہے اس کے مرنے کے دن نہ تھے

(۱) اگر ان کی اجازت نہ ہوتی (۲) مناسب نہ ہوتا (۳) سورۃ المائدۃ:۱۷۔

اس کو موت دیدی۔ یاد رکھو کہ یہ نہایت ہی بے ادبی اور گستاخی ہے حق تعالیٰ جو کچھ کرتے ہیں وہی مصلحت اور حکمت ہے ع

ہرچہ آں خسرو کند شیریں بود

''جو کچھ بادشاہ حقیقی کرتے ہیں وہی بہتر ہے''

ایک بزرگ ایک جنگل میں خلوت گزیں تھے ایک روز بارش ہوئی وہ کہنے لگے کہ سبحان اللہ آج کیا موقع پر بارش ہوئی' غیب سے آواز آئی او بے ادب اور بے موقع کس روز ہوئی تھی دیکھئے بزرگوں کو ایسی مدح پر بھی جس میں ابہامِ بعید گستاخی اور بے ادبی کا ہو ڈانٹا جاتا ہے۔

مقربان را بیش بود حیرانی

''مقربین کو حیرانی بہت ہوتی ہے''

مگر ہم لوگ تو شب و روز کھلم کھلا بے ادبیاں ہی کر رہے ہیں۔

دُعا کی اجازت غایت رحمت ہے

غرض حکومت اور حکمت کا مقتضا تو یہ تھا کہ ہم کو دعا کی بھی اجازت نہ ہوتی مگر ہمارے ضعف کو دیکھ کر دعا کی اجازت دی یہ غایت رحمت ہے اور پھر اس اجازت کی اس طور سے تکمیل فرمائی کہ ہم کو مغیبات (۱) کی خبر نہیں کی ورنہ اگر خبر ہو جاتی تو ہرگز دعا نہ کر سکتے کہ ایک گونہ صورت مزاحمت (۲) کی تھی قدر کے ساتھ' مثلاً اگر مکشوف ہو جاتا کہ بارش فلاں دن تک نہ ہوگی اور بعد میں ہوگی تو دعا کیسے کرتے؟ اور جب دعا نہ کرتے تو حق تعالیٰ کی ایک خاص ہمکلامی کی لذت سے محروم

(۱) نظروں سے غائب واقعات کی اطلاع نہ دی (۲) مقابلہ کی شکل بن جاتی۔

رہتے اس سے معلوم ہوا کہ احکامِ تکوینیہ کا مکشوف (۱) نہ ہونا بھی رحم ہے البتہ احکام تکلیفیہ (۲) میں مکشوف ہونا اور معلوم ہونا ہی رحمت ہے حاصل یہ کہ بڑی رحمت ہے کہ ہم کو دعا کی اجازت مل گئی حکّام مجازی سے بات کرنے میں لوگ سینکڑوں روپیہ خرچ کر ڈالتے ہیں اور محبوبانِ مجازی سے دو باتیں کرنے کے لئے سب کچھ دے بیٹھتے ہیں اور پھر بھی کامیاب نہیں ہوتے اور احکم الحاکمین اور محبوبِ حقیقی کے یہاں نہ فیس ہے نہ کسی زبان کی قید ہے، نہ وقت کی قید ہے، نزدیک دور، اندھیرے اجالے جس وقت چاہو ہمکلام ہو اور دعا کرو اس سے زیادہ کیا رحمت ہوگی پھر حکّام مجازی اور محبوبان مجاز زیادہ بولنے سے ناخوش ہوجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میاں کیوں جان کھائی اور حاکمِ حقیقی درخواست اور دعا نہ کرنے سے ناخوش ہوتے ہیں اور جو زیادہ دعا کرے اس سے زیادہ خوش ہوتے ہیں، حدیث میں ہے: (اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُلِحِیْنَ فِی الدُّعَا) ''یعنی بیشک اللہ تعالیٰ دعا میں اصرار کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں'' پس دعا بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی میسر ہوتی ہے۔

مولانا فرماتے ہیں ؎

از دعا نبود مراد عاشقاں　　　جز سخن گفتن بآں شیریں زباں

''عاشقوں کی دعا سے مراد محبوب حقیقی کی ہمکلامی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی''

ہوائے نفسانی کے اتباع کا نقصان

حاصل یہ کہ اتباعِ ہویٰ کی تین قسمیں ہوئیں بدعت جو متعلق علوم اور عقائد کے ہے دوسری معصیت جو متعلق اعمال کے ہے تیسری قسم رائے جو احکام

---

(۱) بارش وغیرہ دیگر مقدرات کا علم نہ ہونا باعث رحمت ہے (۲) شرعی احکام کا معلوم ہونا ہی باعث رحمت ہے۔

تکوینیہ کے متعلق ہے اور ہر ہویٰ میں یہ خاصیت ہے کہ راہ مستقیم سے ہٹا دیتی ہے لقولہ تعالیٰ: ﴿فَيُضِلَّكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ کے راستے سے تم کو گمراہ کردیتی ہے'' جو ہویٰ اعلیٰ درجہ کی ہے یعنی کفر و شرک وہ تو اسلام ہی سے خارج کردیتی ہے اور جو ادنیٰ درجہ کی وہ کمالِ اتباع سے ڈگمگا دیتی ہے تو ﴿فَيُضِلَّكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ کے راستے سے تم کو گمراہ کردیتی ہے'' دونوں کو شامل ہے کیونکہ ضلال کے مراتب مختلف ہیں مولانا فرماتے ہیں ؎

با ہواؤ آرزو کم باش دوست　　　چوں یضلك عن سبيل الله اوست
تا ہوا تازہ است ایمان تازہ نیست　　　چوں ہوا جز قفل آں دروازہ نیست
تازہ کن ایماں نہ از گفت زباں　　　اے ہوا را تازہ کردہ در نہاں

''یعنی آرزو اور ہوائے نفسانی کے پیروکار نہ بنو چونکہ اس کی یہ حالت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دیتی ہے جب تک خواہشِ نفسانی کے تابع ہے تیرا ایمان تازہ نہیں ہے مانند ہوا کے سوائے قفل کے اس کا دروازہ نہیں ہے ایمان کو صدقِ دل سے تازہ کرو صرف زبان سے کہنا کافی نہیں تم نے تو باطن میں ہوائے نفسانی کو تازہ کر رکھا ہے''

ہوائے نفسانی کا علاج

اب یہ بات رہ گئی کہ اس کا علاج کیا ہے' سو علاج اس کا منصوص میں تو اتباع ہوا ہے اور غیر منصوص میں اتباع ان حضرات کا ہے جنہوں نے اپنے کو فنا کردیا ہے' مولانا اشعار مذکورہ کے بعد فرماتے ہیں ؎

دیں ہوا را نشکند اندر جہاں　　　ہیچ چیزے ' ہمچو سایہ ہمسراں

’’دین ہی ہوائے نفسانی کو شکستہ کر دیتا ہے اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں توڑ سکتی‘‘

یار باید راہ را تنہا مرد بے رفیقے اندریں صحرا مرد

’’راہ سلوک میں مددگار ہونا چاہئیے اس میں تنہا قدم مت رکھو بلا مرشد کے اس عشق کی وادی میں مت چلو‘‘

یہاں شبہ ہوسکتا تھا کہ بے اتباع بھی تو بعضے بزرگ واصل ہوئے ہیں مولانا اس کا جواب دیتے ہیں۔

ہر کہ نفسہا تا دریں راہ را برید ہم بعون ہمت مرداں رسید

’’اتفاقاً جس شخص نے اس راہ سلوک کو اکیلے خود طے کیا ہے وہ بھی مردانِ خدا کی توجہ سے طے کیا ہے‘‘

اشکال کا جواب

اس میں اس شبہ کے دو جواب دیئے ایک تو یہ کہ بے اتباع کے پہنچنا نادر ہے اور نادر پر حکم کرنا اور اس کو قاعدہ بنالینا اور اس کے بھروسے رہنا صحیح نہیں، فرض کرو کوئی شخص مفلس ہو نہ اس کو کھانے کو ملتا ہو نہ پینے کو میسر ہوتا ہو اور اہل وعیال رکھتا ہو نہایت دِق ہوکر خودکشی کرنے کا ارادہ کرے اور اس کے لئے کنواں کھودے کہ اس میں ڈوب کر مر رہوں گا یا زندہ در گور دفن ہونگا وہ کھود ہی رہا تھا کہ وہاں سے ایک ہنڈیا اشرفیوں سے لبالب (۱) نکل آئی اب اس طرح ہنڈیا نکلنا ایک اتفاقی بات ہے۔ اس پر کوئی قیاس کر کے چاہے کہ میں بھی کنواں کھود کر ہنڈیا نکال لوں یہ محض اس کا خیال خام ہوگا اسی طرح اگر کوئی اتفاقاً بے اتباع شیوخ واصل ہوگیا تو اس پر اپنے کو قیاس کر لینا اور اس کو قانون بنالینا بڑی غلطی ہوگی۔

(۱) منہ تک بھری ہوئی۔

بزرگوں کے فیض کی دوصورتیں

دوسرا جواب یہ دیا کہ اے معترض تجھ کو دھوکا ہوا ہے جن کو تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ بغیر اتباع کے پہنچے ہیں وہ بھی بغیر واسطے مردانِ خدا کے نہیں پہنچے اس لئے کہ مردانِ خدا کے فیوض دو قسم کے ہیں ایک بلا اطلاع اور بے طلبِ طالب کے اور دوسرے طلب سے اور اتباع سے اور جو بلا اطلاع اور بے طلب طالب کے فیوض ہوتا ہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو باختیار ان حضرات کے ہو جیسے دعا کرنا اور توجہ و ہمت لوگوں کے حال پر مبذول کرنا دوسرے وہ جو بلا اختیار اور بلا اطلاع ان حضرات کے ہو صرف ان کے وجود باوجود سے وہ فیضِ بلا ان کے اختیار سے ہر ایک کو پہنچتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے آفتاب جب طلوع ہوتا ہے تو جہاں جہاں اس کی شعاعیں پہنچتی ہیں سب کو نفع پہنچتا ہے مگر شمس کو اطلاع بھی نہیں ہوتی پس جن کی نسبت یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ بلا اتباع پہنچے ہیں تو یہ محض غلط خیال ہے وہ بھی مردانِ خدا کے فیض باطنی اختیاری سے جیسے دعا و ہمت یا غیر اختیاری سے واصل ہوئے۔

چھوٹوں سے بھی فیض حاصل ہوتا ہے

اور جس قسم کا فیض بڑوں سے ہوتا ہے بعض اوقات چھوٹوں سے بھی ہوتا ہے امتِ محمدیہ ﷺ کا عجیب حال ہے کہ ان میں ہر ایک سے فیض ہوتا ہے اور یہ اس واسطے ہے تاکہ بڑوں کو کبر نہ ہو چھوٹوں کے محتاج نہیں ہیں ان کا حال تو وہ ہے کہ کسی عورت کے کئی بیٹے تھے اس سے پوچھا تھا کہ ان میں کون افضل ہے اس نے کہا کہ ہم (کَالْحَلْقَةِ الْمَضْرِعَةِ لَا یُدْرٰی اَیْنَ طَرْفَاهَا) ”مثل حلقہ مضرعہ کے کہ نہیں معلوم ہوتا کہ کہاں اس کی

طرف‘‘ کسی میں کوئی بات کم ہے تو دوسری بات زیادہ ہے جیسے آئینہ ایک سرخ ہو ایک زرد ہو ایک سبز ہو اور سب ایک دوسرے کے مقابل رکھے ہوں تو ہر ایک کا عکس دوسرے میں پڑتا ہو ایسی ہی حالت اِس امتِ مرحومہ کی ہے اور جماعت کی نماز میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ایک کو دوسرے سے نفع پہنچے اور نیز جماعت میں کوئی مقبول ہوگا اس کی وجہ سے کیا عجب ہے سب کی نماز مقبول ہو جاوے‘ بعض برکات ایسے شخص سے پہنچتی ہیں جس پر گمان بھی نہیں ہوتا‘ ایک شخص راہزنی کا پیشہ کیا کرتا تھا حق تعالیٰ نے اس کو ہدایت فرمائی وہ ایک بزرگ سے بیعت ہوگئے اور ان کے حلقۂ خدام میں شامل ہو کر ذکر و شغل میں مشغول ہوگئے۔ سب لوگ ان کو راہزنی کی وجہ سے حقیر سمجھا کرتے تھے۔ ایک روز ایک شخص نے ان بزرگ کی مع سب مریدین کے دعوت کی‘ جب اس شخص کے مکان پر سب چلے تو سب کے اوپر ایک ابر نے سایہ کر لیا اور آفتاب کی تمازت سے بچ گئے پیر یہ سمجھے کہ یہ میری برکت کا فیض ہے اور بھی بڑے بڑے خلفاء و مرید تھے وہ اپنی کرامت سمجھے‘ اور اس راہزن کو تو خیال تک بھی نہ تھا اس لئے کہ جانتا تھا میں سیاہ کار گنہگار ہوں جب وہاں سے دعوت کھا کر واپس ہوئے تو وہ ابر پھر بھی موجود تھا سب سے پہلے اس راہزن کا راستہ پھٹا اور یہ ان سے الگ ہو کر اپنے راستے پر ہوا‘ اس وقت وہ ابر ان کے ساتھ چلا اور پیر صاحب مع دیگر مریدین سب دھوپ میں رہ گئے تب سب کو معلوم ہوا کہ یہ ان کی برکت تھی حق تعالیٰ کو اس کی تواضع اور عجز پسند آیا اس سے یہ برکت ہوئی۔

بیعت کرنے میں حاجی صاحبؒ کی نیت

حضرت حاجی صاحبؒ قبلہ فرمایا کرتے تھے کہ میاں ہم اس نیت سے

بیعت کر لیتے ہیں کہ وہ زور آور ہوگا تو ہم کو لے جاوے گا اور ہم زور والے ہوں گے تو اس کو لے جاویں گے ۔

بخت اگر مدد کند دامنش آورم بکف گر بکشد زہے طرب و بر کشم زہے شرف

''قسمت اگر یاوری کرے تو کسی طرح اس کا دامن ہاتھ میں آجائے پھر اگر وہ مجھے کھینچ لے تو نہایت خوشی اور اگر میں اسے کھینچ لوں تو نہایت عزت''

جو مشائخ اہلِ ادراک ہیں وہ رات دن دیکھتے ہیں کہ مریدین سے ان کو کیا کیا فیض ہوئے ہیں لیکن ان سے کہتے اس لئے نہیں کہ کہیں ان کا دماغ نہ بگڑ جائے اور عجب و کبر کی بلا میں مبتلا نہ ہو جاویں غرض یہ کہ جب چھوٹوں سے فیوض پہنچتے ہیں تو اپنے اکابر سے استغنا کرنے کی گنجائش نہیں اس لئے کسی اہل اللہ کا اتباع کرنا یہ علاجِ اعظم ہے اتباع ہویٰ کا۔

خلاصہ یہ کہ اتباعِ شریعت اور اہل اللہ کے پاس رہنا اور ان کا اتباع اختیار کرنا اس سے انشاء اللہ ہوائے نفسانی سے نجات ہو جاوے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (۱)

تمت

(۱) اللہ تعالیٰ اس وعظ کی برکت سے ہم سب کو ہوائے نفسانی کے اتباع سے محفوظ رکھیں آمین۔ خلیل احمد تھانوی ۶ شوال بروز جمعہ ۱۴۲۸ھ۔

ذمِ ھویٰ

(اتباعِ خواہشِ نفسانی کی برائی)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	خطبۂ ماثورہ	۳
۲	بڑوں کو جس بات کا حکم دیا جائے چھوٹوں کے لئے اس کی پابندی بدرجہ اولیٰ لازم ہے	۴
۳	وجہ انتخابِ مضمون	۵
۴	اتباعِ ہویٰ کے مرض میں ابتلاء	۶
۵	عوام کی حالت	۷
۶	خوفِ بدنامی مانع اتباعِ حق نہ ہونا چاہئے	۷
۷	چڑ کا فائدہ	۸
۸	کوئی شئے حکمت سے خالی نہیں	۹
۹	بے مصرف چڑ کا نقصان	۹
۱۰	اتباع کا معیار	۱۰
۱۱	وحی میں تاویل کر کے اللہ کو دھوکا نہیں دے سکتے	۱۱

۱۲	عاشقِ نامراد کا مطلب	۱۲
۱۳	احکامِ دین میں لوگوں نفس پرستی	۱۳
۱۴	اتباعِ نفس	۱۴
۱۵	احکامِ میراث میں لوگوں کا طرزِ عمل	۱۵
۱۶	عوام اپنی مرضی کا فتویٰ چاہتے ہیں	۱۶
۱۷	علم دین سکھانے کے لئے طلباء کے انتخاب کا معیار	۱۷
۱۸	امام غزالیؒ کی طلبِ علم سے غرض	۱۸
۱۹	حُبّ دنیا کا امتحان	۱۹
۲۰	علماء کی سلامتی کا راستہ	۱۹
۲۱	حق گو عالم کی شان	۲۰
۲۲	حضرت علیؓ کا اخلاص	۲۱
۲۳	دین کے راہزن	۲۲
۲۴	مشائخ میں اتباعِ ہویٰ کا مرض	۲۲
۲۵	نفس کی شرارتیں	۲۴
۲۶	مکائدِ نفس کا علاج	۲۵
۲۷	فراستِ مؤمن	۲۵
۲۸	اہل اللہ کی شان	۲۶

۲۹	خود کو بزرگوں پر قیاس نہ کرو	۲۷
۳۰	نفس کی مثال	۲۸
۳۱	حضرت گنگوہیؒ کا انداز تربیت	۲۹
۳۲	نفس کے مکر کا علاج	۳۰
۳۳	شیطانی دھوکا	۳۱
۳۴	علماء کا تنخواہ لیکر پڑھانا اخلاص کے خلاف نہیں	۳۱
۳۵	فقہ کی مشہور کتاب ''ہدایہ'' کے مصنف کا تقویٰ اور اخلاص	۳۳
۳۶	ذاکرین کے لئے شیطان کی چال	۳۴
۳۷	شیخ جو تجویز کرے اس پر راضی رہو	۳۴
۳۸	قبض وبسط دونوں محمود ہیں	۳۶
۳۹	امام غزالیؒ کا حال	۳۶
۴۰	ہوائے نفسانی کی اقسام	۳۸
۴۱	ہوائے نفسانی کی پہلی قسم	۳۸
۴۲	شبِ براءت کی بدعات	۳۸
۴۳	کرامت دائمی اور اختیاری نہیں	۳۹
۴۴	ایصالِ ثواب کے بارے میں غلط عقیدہ	۴۰
۴۵	شبِ براءت میں کرنے کے کام	۴۰

۴۶	شبِ براءت کی رسوم قابلِ ترک	
۴۷	شبِ براءت اور دیگر رسوم کی ایجاد کی وجہ	۴۲
۴۸	ہوائے نفسانی کی دوسری قسم	۴۳
۴۹	ہوائے نفسانی کی تیسری قسم	۴۳
۵۰	اللہ کی شان میں جہلاء کی گستاخیاں	۴۴
۵۱	دعا کی اجازت غایت رحمت ہے	۴۵
۵۲	ہوائے نفسانی کے اتباع کا نقصان	۴۵
۵۳	ہوائے نفسانی کا علاج	۴۷
۵۴	اشکال کا جواب	۴۸
۵۵	بزرگوں کے فیض کی دو صورتیں	۴۹
۵۶	چھوٹوں سے بھی فیض حاصل ہوتا ہے	۴۹
۵۷	بیعت کرنے میں حاجی صاحب کی نیت	۵۰

انوار مصطفیٰ ﷺ

فکرو نظر ہو آگہِ معیارِ مصطفےٰ
ہر نقش پا ہو محرم آثارِ مصطفےٰ

مردودِ حق ہے جس کو نہ ہو راہِ حق نصیب
کون و مکاں میں عام ہیں انوارِ مصطفےٰ

جنت بھی اس طمع میں ہے مقصودِ آرزو
مل جائیگی سعادتِ دیدارِ مصطفےٰ

یارب ترا کرم ہے وگرنہ کہاں نصیب
میں اور جبہہ سائیٔ دربارِ مصطفےٰ

شمس و قمر کو طاقتِ نظارہ چاہیئے
دیکھیں نظر اٹھا کے جو رخسارِ مصطفےٰ

حاضر ہو کاش روضۂ اطہر پہ یہ غلام
پڑ جائے اس پہ سایۂ دیوارِ مصطفےٰ

ہے آرزو کہ حشر میں ہو یوں مجھے ندا
آ بخش دیں تجھے سگِ دربارِ مصطفےٰ

یارب! مروں تو خاک مری کیجیو نثار
طیبہ پہ جس کا نام ہے گلزارِ مصطفےٰ

عارفؔ ترا مقام ہے فاروقی النسب
ادنیٰ غلامِ بارگہِ یارِ مصطفےٰ

حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب دامت برکاتہم

مہتمم دار العلوم الاسلامیہ لاہور